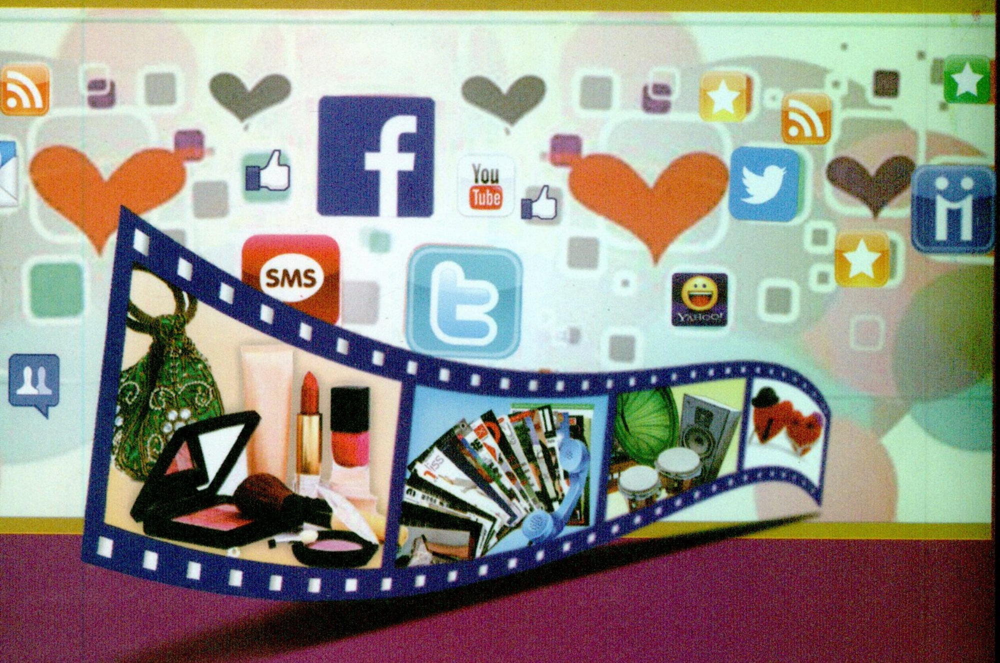
لڑکیوں کی بغاوت؟

اسباب و علاج

تالیف
الشیخ مقصود الحسن فیضی

تخریج
ابُو احمد عمرُ دراز



مکتبہ اسلامیہ

لڑکیوں کی بغاوت؟

اسباب و علاج

تالیف

الشیخ مقصود الحسن فیضی

تخریج

ابو احمد عمر دراز

مکتبہ اسلامیہ

کتاب .... لڑکیوں کی بغاوت؟ اسباب و علاج

تالیف .... الشیخ مقصود الحسن فیضی

ناشر .... محمد سرور عاصم

اشاعت 2014ء

مطبع .... مکتبہ اسلامیہ پرنٹنگ پریس لاہور
0300-8661763

قیمت ....

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

لاہور غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37244973 - 37232369

فیصل آباد بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد
041-2631204 - 2641204

Email: maktabaislamiapk@gmail.com, Visit on Facebook page: maktabaislamiapk

فہرست

- لڑکیوں کی بغاوت؟ اسباب وعلاج ---------- 5
- تعمیری (مثبت) اقدام ---------- 8
- تقویٰ اور خوفِ الٰہی پیدا کرنا ---------- 8
- فطرتی غیرت کو بیدار کرنا ---------- 10
- شادی کا حکم ---------- 13
- منفی اقدامات ---------- 22
- فواحش ومنکرات کی اشاعت پر پابندی ---------- 22
- مرد وزن کے اختلاط پر پابندی ---------- 26
- خلوت پر پابندی ---------- 29
- نظر کی حفاظت کا حکم ---------- 35
- بغیر ضرورت باہر نکلنے پر پابندی ---------- 39
- شرعی پردے کا اہتمام ---------- 43
- پورا جسم چھپا ہو، بجز اس کے جس کا ظاہر کرنا یا ظاہر ہونا ناگزیر ہو ---------- 44
- حجاب فی نفسہٖ زینت نہ ہو ---------- 45
- موٹا اور دبیز ہو ---------- 46
- کشادہ ہو تنگ نہ ہو ---------- 48
- خوشبودار اور عطر بیز نہ ہو ---------- 49
- مردوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو ---------- 50
- کافر عورتوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو ---------- 51
- لباس شہرت ونمائش کا باعث نہ ہو ---------- 52
- پردہ کن مردوں سے؟ ---------- 52
- شوہر ---------- 56

- عام محارم کے سامنے عورت کا اظہارِ زینت ---------- 56
- عورت کے سامنے عورت کا اظہارِ زینت ---------- 56
- خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں ---------- 58
- اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں ---------- 60
- پوشیدہ زینت کے اظہار پر پابندی ---------- 63
- بغیر محرم کے سفر پر پابندی ---------- 64
- نرم و شیریں بات سے پرہیز ---------- 66
- غیر محرم کو ہاتھ لگانے یا چھونے سے پرہیز ---------- 69
- لڑکیوں کی تربیت ---------- 73
- ضمیمہ ---------- 75
- سوالات ---------- 75
- جوابات ---------- 75

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لڑکیوں کی بغاوت؟ اسباب وعلاج

ہر شخص جانتا ہے کہ اس وقت نظام عالم ہر میدان میں سخت انتشار کا شکار ہے، ہر طرف ایک خلفشار بپا ہے۔ سیاسی طور پر دیکھا جائے تو دنیا کے ہر گوشے میں عجیب سا اضطراب پایا جاتا ہے، ہر صاحب بصیرت یہ دیکھ رہا ہے کہ دنیا کے نظام سیاست کا مستقبل سخت تاریک ہے۔ نظام اقتصاد، نظام سیاست سے کچھ بہتر نہیں، کساد بازاری اور مہنگائی اپنے عروج پر ہے، گھر کا ہر فرد کما رہا ہے پھر بھی گھریلو ضروریات پوری نہیں ہورہیں۔ بڑی بڑی عالمی تجارتی کمپنیاں ٹھپ ہورہی ہیں، اجتماعی اور معاشرتی نظام بھی نظامِ سیاست واقتصاد سے کچھ بہتر نہیں ہے، لوگوں سے اجتماعیت اور اخلاص ناپید ہوتے جارہے ہیں۔ معاشرے میں باہمی تعلقات صرف ذاتی مصلحت کی بنیاد پر استوار ہیں، مصلحت بینی لوگوں کا شعار بنتی جارہی ہے۔ ہمدردی، صلہ رحمی اور للہ فی اللہ دوستی برائے نام رہ گئی ہے۔ کتنے ایسے لوگ ہیں جو اپنے قریب ترین رشتہ داروں کے نام تک نہیں جانتے، مسلم وغیر مسلم معاشرے میں جنسی بے راہ روی تشویش ناک بلکہ خطرناک صورت اختیار کرچکی ہے۔ بہو بیٹی کے ساتھ زنا اور زنا بالجبر کے واقعات میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، پالنے پوسنے والے والدین سے لڑکوں اور لڑکیوں کی بغاوت عام دستور بن چکا ہے۔ ایک اخباری رپورٹ کے مطابق سعودی عرب جیسے ملک میں بھی ایسے حادثات خطرناک صورت اختیار کرچکے ہیں۔ گھر سے بھاگنے والے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد (۳۲۸۵) تک پہنچ گئی ہے جن میں سے (۸۵۰) لڑکیاں ہیں۔ [1]

آج سے کئی سال قبل امریکہ میں ایک رپورٹ کے مطابق روزانہ (۱۹۰۰) لڑکیوں کی

---

[1] روزنامہ الریاض: ٢٦/ ٤/ ١٤٢٧ھ۔

عصمت دری ہوتی ہے۔ [1] ہر چالیس اور پینتالیس سیکنڈ میں ایک زنا بالجبر اور ستم بالائے ستم یہ کہ ان میں (20%) لڑکیاں خود اپنے والد کی ہوس کا شکار بنتی ہیں اور (26%) دیگر قریبی رشتہ داروں کی ہوس کا اور (51%) گھر میں آمدورفت رکھنے والے افراد کا اور باقی صرف (4%) رہ جاتا ہے جس کے کرنے والے نامعلوم لوگ ہیں۔

عالمی پیمانے پر جنسی بے راہ روی میں اضافہ، اغوا اور زنا بالجبر کے واقعات اس قدر کثرت سے ہو رہے ہیں کہ حکومتوں کے لیے یہ ایک مسئلہ بنا ہوا ہے، بعض حکومتوں نے اس کے تدارک کے لیے مختلف تدبیریں اختیار کی ہیں، ہندوستانی حکومت نے عورتوں کے لیے اپنے دفاع کی خاطر لڑکیوں کو تربیت دینا شروع کی ہے، بمبئی یونیورسٹی نے بعض خاص قسم کے لباس پر پابندی لگا دی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

اہل قلم اور دانشور حضرات اصلاحِ احوال کی خاطر اپنی اپنی رائے پیش کر رہے ہیں۔ کوئی وسائل اعلام (ذرائع ابلاغ یا میڈیا) کو ذمہ دار ٹھہرا رہا ہے، کوئی والدین کی سختی سبب بتا رہا ہے، کسی نے گندی ذہنیت اور بہیمیت کو موردِ الزام ٹھہرایا ہے، یہ سب باتیں اپنی جگہ سچ اور مسلّم ہیں لیکن حق یہ ہے کہ یہ ساری چیزیں ایک قانونی حیثیت رکھتی ہیں، ان برائیوں کی اصل وجہ کیا ہے؟ اس کی طرف توجہ نہیں دی جا رہی ہے۔

قارئین کرام! صحیح بات یہ ہے کہ لڑکیوں کی والدین سے بغاوت اور جنسی بے راہ روی کی اصل وجہ دین حق سے دوری، غیر شرعی نظام تعلیم، مختلف میدانوں میں مرد وزن کا اختلاط، عورتوں کی آزادی اور بچوں کی صحیح اسلامی تعلیم سے دوری ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ان اسباب کی طرف نہ تو حکومت توجہ دے رہی ہے اور نہ مقالہ نگار حضرات ہی [2] ان اسباب کو سمجھ کر کوئی حل پیش کر رہے ہیں۔

برادرانِ اسلام! آیئے ذرا یہ دیکھیں کہ اسلام نے معاشرے کو اس بے راہ روی اور

---

[1] یہ اعداد وشمار تو ان زنا بالجبر کے بارے میں ہیں جو رپورٹ ہوتے ہیں اور جو رپورٹ ہی نہیں ہوتے یا جو زنا بالرضا ہوتے ہیں اس کا اندازہ خود کر لیں کہ یہ ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں ہوں گے۔

[2] اس سے مراد اخباروں میں لکھنے والے قلمکار صحافی ہیں، ورنہ اہل علم نے اس موضوع پر وہی کچھ لکھا ہے جسے میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

بغاوت سے بچانے کے لیے کیا اقدامات کیے ہیں؟ جنہیں قبول نہ کر کے ہمارا معاشرہ خصوصاً اور عالمی معاشرہ عموماً اس موڑ پر پہنچ چکا ہے کہ اسے بربادی سے بچانے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی ہے۔

قارئینِ کرام! جب ہم قرآنِ مجید اور حدیثِ رسول ﷺ پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے اس قسم کی برائی سے بچنے کے لیے کچھ مثبت (تعمیری) اقدام پیش کیے ہیں اور کچھ منفی (حفاظتی) اقدام۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر غیرت مند باپ اور ذمہ دار کو چاہیے کہ اپنے معاشرے کو برائیوں سے پاک صاف رکھنے کے لیے اور اپنے بچوں کو بغاوت سے بچانے کے لیے کچھ بنیادی احکام پر عمل کریں، اس کا اہتمام کریں اور ان شرعی پابندیوں کا لحاظ رکھیں اور کچھ ممنوعہ کاموں سے پرہیز کریں اور ان پابندیوں کو چھوڑ کر شترِ بے مہار نہ بن جائیں۔

اگر کسی معاشرے کے سماجی کارکن اور دانشور حضرات چاہتے ہیں کہ ان کا معاشرہ پُرامن اور پاک صاف رہے۔ اگر غیرت مند ماں باپ چاہتے ہیں کہ ان کی لڑکیاں اور لڑکے ان سے بغاوت نہ کریں اور انہیں وہ دن نہ دیکھنا پڑے کہ معاشرے میں ان کے لیے سر چھپانے کی جگہ باقی نہ رہے تو انہیں ان تعلیماتِ الٰہیہ پر لازماً عمل کرنا ہوگا ورنہ جب چڑیاں چگ جائیں کھیت تو پچھتانے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

تعمیری (مثبت) اقدام

تقویٰ اور خوفِ الٰہی پیدا کرنا

اس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی بھی کام کرتے وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے ساتھ مانے کہ میرے ہر کام پر وہ میرا محاسبہ کرے گا۔ یہ یقین انسان کو کسی کام کے کرنے یا اس سے رکنے کے لیے انتہائی اہم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۹ ﴾ [1]

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے (حق وباطل میں) فرق کرنے کی بڑی قوت بنا دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔''

اس آیت میں تقویٰ کے تین فوائد بیان ہوئے ہیں جن میں سب سے پہلا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فرقان عطا فرمائے گا، یعنی تمہارے اندر ایسا ملکہ پیدا کرے گا کہ تم اس کے ذریعے سے حق وباطل، نفع ونقصان، ہدایت وضلالت اور طہارت وغلاظت میں فرق کر لو گے، نیز شیطان کے راستے اور رحمٰن کے راستے میں تمیز کر لو گے جس کی وجہ سے تم شیطان کے شر سے محفوظ رہو گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝۲۰۱ ﴾ [2]

''حقیقت میں جو لوگ متقی ہیں ان کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ کبھی شیطان کے اثر سے کوئی بُرا خیال اگر انہیں چھو بھی جاتا ہے تو وہ فوراً چوکنے ہو جاتے ہیں اور پھر انہیں صاف نظر آنے لگتا ہے (کہ ان کے لیے صحیح طریق کار کیا ہے)۔''

---

[1] ۸/الانفال:۲۹۔ [2] ۷/الاعراف:۲۰۱۔

یعنی جب بھی شیطان انہیں کسی غلط کام پر ابھارتا ہے، کسی اجنبی عورت کی طرف غلط نظر اٹھانے کی دعوت دیتا ہے، زنا اور اس کے اسباب کی طرف رغبت دلاتا ہے تو وہ فوراً اللہ کو یاد کر کے اس کے شر سے محفوظ رہ جاتے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ ایک طرف حضرت یوسف علیہ السلام جواں سال تھے، غیر شادی شدہ تھے اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے (جو اپنے مالک کے ہی تابع فرمان ہوتا ہے) اور دوسری طرف عزیز مصر کی جواں سال بیوی اپنے آپ کو خود پیش کر رہی ہے، تنہائی ہے اور ان کی طرف جنسی رغبت سے بڑھ رہی ہے، ایسے پرفتن موقع پر آخر وہ کون سی چیز تھی جس نے انہیں زنا سے محفوظ رکھا؟ کیا فضل الٰہی کے ساتھ خوف الٰہی اور تقوی کے علاوہ کوئی چیز تھی جو حضرت یوسف علیہ السلام اور زنا کے درمیان حائل ہو رہی تھی؟ ہرگز نہیں! بلکہ وہ صرف تقویٰ ہی تھا جس نے انہیں اس عظیم آزمائش میں ثابت قدم رکھا۔

یہی وہ تقویٰ ہے جسے اسلام اپنے ماننے والوں میں جاگزیں کرنا چاہتا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل ایک عورت زنا کا پیشہ کرتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ میں اسلام کی دعوت پیش کی تو وہ بھی اسلام میں داخل ہوگئی۔ جاہلیت میں کسی مرد سے اس کے تعلقات تھے، لیکن بفضل الٰہی وہ بھی مشرف باسلام ہوگیا۔ دونوں کے اسلام لانے کے بعد ایک بار جب تنہائی میں مرد نے اس عورت کی طرف اپنا ہاتھ بڑھانا چاہا تو اس مبارک بی بی نے یہ کہتے ہوئے اپنے آپ کو بچا لیا:

فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذْهَبَ الشِّرْكَ وَجَاءَ بِالْإِسْلَامِ.

"ٹھہر جاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اب شرک کا خاتمہ کر دیا اور اسلام کا دور آ گیا (اور اب اس قسم کے گندے کاموں کی گنجائش نہیں رہی)۔" [1]

سوال یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور اس کا خوف دامن گیر نہ ہوتا تو وہ عورت اور وہ مرد جن کی سابقہ زندگی برائی میں گزر رہی تھی اس طرف دوبارہ کیوں نہ پلٹتے؟

تقوے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ سابقہ گناہوں سے خلاصی مل گئی، اور تیسرا فائدہ یہ بیان ہوا ہے کہ جب مغفرت کا پروانہ مل گیا تو گویا یہ کہہ دیا گیا کہ سابقہ غلطیوں سے اب تم پاک

---

[1] **صحیح**، صحیح ابن حبان: ۷/ ۱۷۳، ح: ۲۹۱۱؛ مستدرك حاكم: ۸۱۳۳۔

صاف ہو، آیندہ احتیاط سے کام لینا، یہی تقوے کا خلاصہ ہے۔

② فطرتی غیرت کو بیدار کرنا

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کے لیے خیر و بھلائی کا جذبہ اپنے دل میں رکھے اور ہر قسم کے شر اور برائی سے جس طرح خود دور رہنا پسند کرتا ہے اسی طرح دوسروں کو بھی بچائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ [مِنَ الْخَيْرِ])) [1]

”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے خیر کی وہی چیز پسند نہ کرے جو خود اپنے لیے پسند کر رہا ہے۔“

ایک دوسری حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((وَأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا)) [2]

”جو اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی (بھلائی) لوگوں کے لیے بھی پسند کرو تو سچے مسلمان بن جاؤ گے۔“

حالی رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا:

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا — کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالق دوسرا کا — خلائق سے ہے جس کو رشتہ وِلا کا
یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

مقصد یہ ہے کہ جب انسان اپنے بھائی کے نفع و نقصان کو اپنا نفع و نقصان سمجھے گا، اپنے بھائی کی بہن بیٹی کو اپنی بہن بیٹی تصور کرے گا تو جب بھی اس کے دل میں کوئی ناپاک جذبہ اٹھے گا وہ فوراً اسے دبا دے گا اور کوئی عملی اقدام کرنے سے قبل بار بار سوچنے پر مجبور ہوگا کہ یہ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان أن یحب لأخیه...، ح: ۱۳؛ مسند احمد: ۲۰/ ۳۹٤، ح: ۱۳۱٤٦۔ [2] **صحیح**، سنن ترمذی، ابواب الزهد، باب من اتقی المحارم مخصو اعبد الناس، ح: ۲۳۰۵۔

ایسی نازیبا حرکت ہے کہ جسے کوئی بھی فرد و بشر پسند نہیں کرتا۔ درجِ ذیل حدیثِ نبوی ﷺ میں انسان کے اسی جذبے کو ابھارا گیا ہے اور اس کی فطرتی غیرت کو جگایا گیا ہے، چنانچہ مشہور صحابیٔ رسول حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے زنا کی اجازت دے دیجئے، یہ سن کر لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے جھڑکنے لگے، آپ ﷺ نے لوگوں کو منع فرمایا اور نوجوان سے فرمایا کہ میرے قریب آجاؤ، چنانچہ وہ آپ ﷺ کے قریب آکر بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے پوچھا: ((أَتُحِبُّهُ لِأُمِّكَ)) ''کیا تم زنا کو اپنی ماں کے لیے پسند کرتے ہو؟''

اس نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ پر قربان جاؤں، اللہ کی قسم! مجھے یہ پسند نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسی طرح لوگ بھی اپنی ماؤں کے لیے پسند نہ کریں گے، آپ ﷺ نے پھر پوچھا:

((أَتُحِبُّهُ لِابْنَتِكَ)) ''کیا تم اسے اپنی بیٹی کے لیے پسند کرتے ہو؟''

اس نے جھٹ سے جواب دیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ پر قربان جاؤں، اللہ کی قسم! مجھے یہ پسند نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی زنا کو اپنی بیٹیوں کے لیے پسند نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا:

((أَفَتُحِبُّهُ لِأُخْتِكَ)) ''تو کیا تم اپنی بہن کے لیے زنا پسند کرتے ہو؟

اس نے جواب دیا: میں آپ پر قربان جاؤں، اللہ کی قسم! میں اسے پسند نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اور لوگ بھی اپنی بہنوں کے لیے یہ پسند نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے مزید سوال فرمایا:

((أَفَتُحِبُّهُ لِعَمَّتِكَ)) ''کیا تم اپنی پھوپھی کے لیے زنا کو پسند کرتے ہو؟'' اس نے جواب دیا: مجھے اللہ آپ پر قربان کردے، اس کی قسم! میں اسے پسند نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اور لوگ بھی زنا کو اپنی پھوپھیوں کے لیے پسند نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے اس سے (مزید) پوچھا:

((أَفَتُحِبُّهُ لِخَالَتِكَ)) ''کیا تو اس کام کو اپنی خالہ کے لیے پسند کرتا ہے؟'' اس نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کردے، اس کی قسم! میں اسے اپنی خالہ کے لیے بھی پسند نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور لوگ بھی اس کام کو اپنی خالہ کے لیے پسند نہیں کریں گے۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس کے سر پر رکھا اور فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهُ وَطَهِّرْ قَلْبَهُ وَحَصِّنْ فَرْجَهُ)) [1]

''اے اللہ! اس کے گناہ معاف کردے، اس کے دل کو پاک کردے اور اس کی شرمگاہ کو محفوظ فرما۔''

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ نوجوان کسی گناہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا۔

حدیث کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ جب تم اس غلیظ کام کو اپنی ماں، بہن اور بیٹی وغیرہ کے لیے پسند نہیں کرتے تو دوسروں کی ماں، بہن اور بیٹی کے لیے کیونکر پسند کرتے ہو بلکہ تمہیں چاہیے کہ ہر مسلمان حتیٰ کہ ہر انسان کی بہن بیٹی کی عزت کا پاس ولحاظ رکھو، یہ حدیث امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی روایت کی اور اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی ہے:

((فَاكْرَهْ مَا كَرِهَ اللّٰهُ وَأَحِبَّ لِأَخِيكَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ)) [2]

''چنانچہ جس چیز کو اللہ ناپسند کرتا ہے اسے تم بھی ناپسند کرو اور اپنے بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔''

قارئینِ کرام! یہ بڑا اہم نکتہ ہے اور حکیم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی یہ عمدہ تعلیم ہے جسے تمام لوگوں میں عام کرنے کی ضرورت ہے۔ کاش! ہمارے معاشرے کے وہ لوگ جن کا کام ہی لوگوں کی عزتوں پر ڈاکا ڈالنا ہے، اس فرمانِ نبوی ﷺ پر غور کر لیتے اور لوگوں کی عزت وناموس پر حملہ آور ہونے کی بجائے اس کی حفاظت کرتے کیونکہ یہ خود ان کی اپنی عزت وناموس کی حفاظت کا راستہ ہے۔

---

[1] **صحیح**، مسند احمد: ۵/۲۵۶، ح: ۲۲۲۱۱؛ سلسلة الاحاديث الصحيحة: ۳۷۰۔

[2] الفتح الربانی: ۱۶/۱۷؛ السنن الکبریٰ للبیهقی: ۱۸۵۰۷۔

③ شادی کا حکم

شریعت نے اس سلسلہ میں تیسرا تعمیری قدم یہ اٹھایا ہے کہ جب بچے بالغ ہو جائیں تو گویا وہ شادی کے مرحلہ میں پہنچ چکے ہیں۔ اب ان کی شادی کر دینی چاہیے، کیونکہ اولاً تو ایک شادی شدہ شخص خواہ مرد ہو یا عورت جب اپنے شریک حیات کے ساتھ زندگی گزار رہا ہوگا تو اس کی جنسی شہوت قابو میں ہوگی۔ ثانیاً جب کبھی جنسی شہوت کا ابھار ہوگا تو اسے پورا کرنے کا حلال راستہ موجود ہوگا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

((إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ إِمْرَأَةً فَأَعْجَبَتْهُ فَلْيَأْتِ أَهْلَهُ فَإِنَّ ذٰلِكَ يَرُدُّ مِمَّا فِيْ نَفْسِهِ)) [1]

"عورت شیطان کی شکل میں سامنے سے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں واپس جاتی ہے، اس لیے اگر کوئی شخص کسی عورت کو دیکھے جو اسے متاثر کر دے تو اپنی بیوی کے پاس آکر اپنی ضرورت پوری کر لے کیونکہ اس طرح اس کے نفس میں جو شہوت ابھری ہے ختم ہو جائے گی۔"

ایک دوسری روایت میں ہے:

((إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ اِمْرَأَةً فَأَعْجَبَتْهُ فَلْيَأْتِ أَهْلَهُ فَإِنَّ مَعَهَا مِثْلُ الَّذِيْ مَعَهَا)) [2]

"جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو دیکھے جس کا منظر اسے متاثر کر دے تو اسے چاہیے کہ اپنی بیوی کے پاس جائے کیونکہ اس کے پاس بھی وہی چیز ہے جو اس کے پاس ہے۔"

اس امر کی اہمیت کے پیش نظر شادی کے سلسلہ میں شریعت نے لوگوں کو تین ہدایات دی

---

[1] صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب ندب من رأى امرأة...، ح: ١٤٠٣ (٣٤٠٧)، مسند احمد: ٢٢/ ٤٠٧، ح: ١٤٥٣٧۔

[2] **صحیح**، سنن ترمذی، ابواب الرضاع، باب ماجاء فی الرجل یرأی المرأة تعجبه، ح: ١١٥٨، السلسلة الصحیحة: ٢٣٥۔

ہیں۔آج انہیں ہدایات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہمارا معاشرہ جنسی بے راہ روی کی دلدل میں پھنستا چلا جارہا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ لڑکیوں کی بغاوت کی بہت بڑی وجہ یہی ہے:

(۱) شادی کی ترغیب اور بعض حالات میں اسے واجب قرار دیا ہے۔

(۲) شادی کے معاملات کو آسان سے آسان تر کرنے کی ترغیب دی ہے۔

(۳) بلوغت کے بعد سے لے کر آخری عمر تک کسی عمر میں شادی پر پابندی نہیں رکھی ہے۔

شادی کے بارے میں ترغیب سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۳۲﴾ [1]

''تم میں سے جو مرد اور عورت بے نکاح ہیں ان کا نکاح کردو، اور اپنے نیک بخت غلاموں اور لونڈیوں کا بھی اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا، اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَ أَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ)) [2]

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں جو صاحبِ استطاعت ہو وہ شادی کرلے، کیونکہ شادی نظریں نیچی رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور جس کے پاس شادی کی استطاعت نہ ہو، اسے روزہ رکھنا چاہیے، یہ اس کی شہوت کی تیزی کو کمزور کردے گا۔''

حدیث کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ شادی انسان کے لیے بدنگاہی (جو شہوت کی ابتدائی منزل ہے) اور زنا (جو شہوت کی آخری منزل ہے) سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

---

[1] ۲٤/النور:۳۲۔ [2] صحيح البخارى، كتاب النكاح، باب من لم يستطع الباءة فليصم، ح: ٥٠٦٦؛ صحيح مسلم: ١٤٠٠ (٣٣٩٨)۔

رسول اللہ ﷺ نے لڑکیوں کے اولیائے امور کو بھی یہی حکم دیا ہے:

((إِذَا أَتَاكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوْهُ، إِلَّا تَفْعَلُوْا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيْضٌ)) ❶

''جب تمہارے پاس (تمہاری لڑکی کا ہاتھ مانگنے کے لیے) کوئی ایسا شخص آجائے جس کے دین واخلاق سے تم راضی ہو تو اس سے اپنی لڑکی کی شادی کردو، اگر تم لوگوں نے ایسا نہیں کیا تو زمین میں فتنہ وفساد ہوگا۔''

یعنی تمہاری نظر دین پر نہ رہی اور تم دنیاوی مفاد پر نظریں جمائے رہے تو بہت سی عورتیں اور مرد بے نکاح رہ جائیں گے جس سے معاشرے میں بے راہ روی، زنا بالجبر، جنس پرستی اور اغوا کے واقعات کثرت سے پیش آئیں گے اور آہستہ آہستہ معاشرہ قتل وغارت گری کا بازار بن جائے گا۔

آج ہر دیدۂ عبرت نگاہ رکھنے والا شخص مشاہدہ کر رہا ہے کہ جب سے مسلمانوں نے اس ارشادِ نبوی ﷺ سے روگردانی کی ہے اس وقت سے معاشرے میں زنا، گھر سے فرار اور والدین سے بغاوت کے واقعات کثرت سے پیش آرہے ہیں۔

شادی سے متعلق اسلام نے دوسری ہدایت یہ دی ہے کہ فضول خرچی اور غیر ضروری اخراجات سے پرہیز کیا جائے، زوجین یا ان کے اولیائے امور کو اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ ایک دوسرے سے ایسا مطالبہ نہ کریں جو اس کے لیے بوجھ ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((خَيْرُ النِّكَاحِ أَيْسَرُهُ)) ❷

''بہترین نکاح وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔''

نیز فرمایا:

((إِنَّ مِنْ يُمْنِ الْمَرْأَةِ تَيْسِيْرَ خِطْبَتِهَا وَتَيْسِيْرَ صَدَاقِهَا وَتَيْسِيْرُ

---

❶ **حسن**، سنن ترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء اذا جاءکم من ترضون...، ح: ١٠٨٤؛ ابن ماجه: ١٩٦٧۔

❷ **صحيح**، سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فیمن تزوج ولم یسم صداق...، ح: ٢١١٧؛ صحيح ابن حبان: ٤٠٧٢۔

رَحِمِهَا)) ❶

''کسی عورت کی منگنی کا آسان ہونا، مہر کا ہلکا ہونا اور رحم کا آسان ہونا ❷ اس کے بابرکت ہونے کی دلیل ہے۔''

اس کے برعکس جس عورت کی منگنی اور شادی پر جس قدر زیادہ خرچ ہو، حمل اور ولادت کے موقع پر پریشان کن ہو، وہ اس کے سیاہ بخت ہونے کی دلیل ہے، جیسا کہ خود راویٔ حدیث حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی صراحت کی ہے، چنانچہ یہ حدیث بیان کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا: اور میں اپنی طرف سے کہتا ہوں کہ عورت کی منگنی کا مشکل ہونا، مہر کا زیادہ ہونا اور رحم کا مشکل ہونا اس کے سیاہ بخت ہونے کی دلیل ہے۔''

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مُؤْنَةً)) ❸

''سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جو خرچ کے لحاظ سے آسان ہو۔''

آج ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ بطورِ خرچ شادی کے معاملے کے مشکل ہوجانے اور خرچ کا بوجھ ❹ بڑھ جانے کی وجہ سے کتنے ہی نوجوان ہیں جو غلط راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہوگئے

---

❶ **حسن**، مسند احمد: ۴۱/ ۲۷، ح: ۲۴۴۷۷؛ ابن حبان: ۴۰۹۵۔

❷ اس سے مراد حمل وولادت میں سہولت اور آسانی ہے۔ ❸ مسند احمد: ۴۱/ ۷۵، ح: ۲۴۵۲۹؛ شعب الایمان: ۶۱۴۶ بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا، یہ روایت اگرچہ سنداً ضعیف ہے، لیکن سابقہ دونوں حدیثوں سے اس کی تائید ہوتی ہے، اس لیے اس سے استفادہ کیا گیا ہے۔

❹ یہ ایسا موضوع ہے جس کے نقصانات کو آج معاشرے کا ہر فرد محسوس کر رہا ہے اور حکومتی سطح پر بھی اس کے خلاف کوششیں ہو رہی ہیں، جیسے سعودی عرب میں بعض قبائل کے یہاں مہر کی رقم خاص طور پر مقرر ہے کہ اس سے زیادہ نہیں دیا جاسکتا، پاکستانی حکومت نے کھلے عام اور میدان میں دعوت ولیمہ پر پابندی لگادی ہے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن فی الواقع مسئلہ کا اصل حل یہ ہے کہ ہر شخص اپنے ضمیر کو آواز دے اور معاشرے میں ایسی رسومات کی وجہ سے آنے والی خرابیوں کے نتائج پر توجہ دے تو اصلاح بہت آسان ہوسکتی ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے لیکن پھر بھی کسی کو تو پہل کرنی ہوگی۔ اگر اہل علم حضرات اور معاشرے کے سرکردہ لوگ آگے بڑھیں تو کام آسان ہوجاتا ہے، کیونکہ عام لوگ تو چاہیں نہ چاہیں۔ پیچھے چل پڑتے ہیں، مثال نہیں بن سکتے۔

ہیں اور کتنی ہی نوجوان لڑکیاں ہیں جنہوں نے اپنے والدین اور خاندان سے بغاوت کر کے فرار اختیار کرلیا ہے یا پھر ''کال گرل'' کا رول ادا کر رہی ہیں، علاوہ ازیں خفیہ عشق و معاشقہ، زنا، لواطت، سحاق (چپٹی لڑانا) اور دیگر غیر اخلاقی امور و غیر فطری افعال ہمارے معاشرے کا حصہ بن چکے ہیں، اس میں بہت بڑا دخل شادی کے معاملے کا مشکل اور مہنگا ہونا ہے۔

شادی کے سلسلے میں شریعت نے تیسری ہدایت یہ دی ہے کہ اسلام میں بلوغت کے بعد شادی کے لیے کسی وقت اور عمر کی قید نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی شرط ہے کہ ایک بار تو شادی کر لی جائے لیکن جب چند سالوں کے بعد دو ایک بچے ہو جائیں اور بیوی کا انتقال ہو جائے یا کسی وجہ سے بیوی ازدواجی تعلقات کے قابل نہ رہے تو دوبارہ شادی نہ کی جائے۔ نہیں! ایسا ہرگز نہیں ہے، بلکہ اسلام نے شادی کے بارے میں کھلی آزادی دی ہے کہ حسب ضرورت وحاجت ہر شخص خواہ وہ اپنی عمر کے کسی بھی حصے میں ہو شادی کرسکتا ہے بلکہ اسے شادی کر لینی چاہیے کیونکہ اس میں طرفین کی عفت و پاکدامنی ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ شادی کے آداب وواجبات کو ملحوظ رکھا جائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۳۲﴾ [1]

''تم میں سے جو مرد اور عورتیں بے نکاح ہیں ان کا نکاح کر دو، اور اپنے نیک بخت غلاموں اور لونڈیوں کا بھی، اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا، اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔''

اس آیت میں ہر ایسے شخص کی شادی کر دینے کا حکم ہے جس کے ساتھ اس کا رفیق حیات نہیں ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، خواہ وہ پہلے سے شادی شدہ ہو یا کنوارا، یہاں نہ تو کسی عمر کی قید ہے نہ ہی وقت کی بلکہ ہر اُس شخص کے لیے شادی کا حکم ہے جو اس کا ضرورت مند ہو اور اس کے ساتھ اس کا رفیق حیات نہ ہو، مزید اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ فقر و غربت کو اس

---

[1] ٢٤/النور:٣٢۔

بارے میں حائل نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے ہر صاحب حاجت کو یہ قدم اُٹھا لینا چاہیے۔ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ شادی کی برکت سے اس کے فقر و فاقہ کو مالداری اور کشادگی میں تبدیل کر دے، اس کی تائید رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے:

((ثَلَاثٌ كُلُّهُمْ حَقٌّ عَلَى اللَّهِ عَوْنُهُ: اَلْمَجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ، وَالنَّاكِحُ الْمُسْتَعْفِفُ، وَالْمُكَاتَبُ الَّذِيْ يُرِيْدُ الْأَدَاءَ)) [1]

''تین قسم کے لوگ وہ ہیں جن کی مدد اللہ تعالیٰ پر واجب ہے: (1) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ (2) شادی کرنے والا جو عفت و پاکبازی کا خواہاں ہو (3) اور وہ غلام جو اپنا بدلِ مکاتبت ادا کرنا چاہتا ہو۔''

ہم اپنے اسلاف کی زندگی دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بارے میں بالکل ہی سادہ وارد ہوئے تھے، خصوصاً اس امت کا سب سے افضل حلقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہاں نہ کوئی تکلف تھا، اور نہ ہی شادی کے بارے میں کوئی حیا مانع تھی، نہ کسی عمر وقت کا لحاظ رکھتے تھے بلکہ حسب حاجت وضرورت شادی کے لیے قدم بڑھا دیتے تھے، کیونکہ ان کے نزدیک اہم چیز اپنی عزت و عصمت اور دین کی حفاظت تھی، اس لیے ان کے یہاں بغیر کسی خاص مجبوری کے کسی شخص کا بغیر شادی کے زندگی گزارنا بڑے عیب کی بات سمجھی جاتی تھی، بلکہ ہر ایسا شخص خواہ وہ مرد ہو یا عورت جو قدرت کے باوجود شادی نہ کرتا تھا وہ مشکوک نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا، چند نمونے ملاحظہ ہوں:

(1) مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے شادی کر لی؟ میں نے جواب دیا: نہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمہیں چاہیے کہ تم شادی کر لو کیونکہ اس امت کا سب سے افضل شخص (یعنی رسول اللہ ﷺ) سب سے زیادہ بیویوں والے تھے۔ [2]

(2) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اگر میری عمر کا ایک دن بھی باقی ہو تو میں

---

[1] حسن، مسند احمد: ۱۲/ ۳۷۹، ح: ۷۴۱۶؛ ابن ماجہ: ۲۵۱۸۔

[2] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب کثرۃ النساء، ح: ۵۰۶۹؛ سنن سعید بن منصور: ۴۹۴۔

چاہوں گا کہ اس رات بھی میری کوئی بیوی ہو۔ [1]

③ ابراہیم بن میسرہ کہتے ہیں کہ مجھ سے طاؤس نے کہا: تم شادی کرلو ورنہ میں تمہارے بارے میں وہی کہوں گا جو ابوالزوائد سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ تم نے شادی نہیں کی تو اس کا معنی یہ ہے کہ یا تو تم مردانہ طاقت نہیں رکھتے یا پھر گناہ کرتے ہو۔" [2]

کتبِ حدیث اور سلف کی سیرت وتراجم میں اس قسم کے اقوال کثرت سے پائے جاتے ہیں جن کے تفصیلی ذکر کی یہاں ضرورت نہیں ہے، یہاں صرف یہ واضح کرنا ہے کہ اسلام میں بلوغت کے بعد شادی کے لیے کسی عمر اور وقت کی قید نہیں، بلکہ سارا معاملہ حاجت وضرورت اور استطاعت پر منحصر ہے۔

بدقسمتی سے ان واضح تعلیمات کے باوجود ہمارے یہاں لوگ دو اہم غلطیاں کرتے ہیں جن کے نتیجہ میں معاشرہ بری طرح فحاشی وبرائی کی دلدل میں پھنستا جا رہا ہے:

① مرد وعورت کی شادی میں غیر معمولی تاخیر سے کام لیا جاتا ہے، چنانچہ اگر کوئی لڑکی بیس سال کی عمر میں اور لڑکا تیئس وچوبیس سال کی عمر میں شادی کر لیتا ہے تو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس نے شادی کرنے میں جلدی سے کام لیا ہے، بلکہ والدین عمومی طور پر اس عمر میں اپنے بچوں کی شادی کے بارے میں سوچتے ہی نہیں، مجھے ایک انیس سالہ لڑکی کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ اس نے گھر والوں سے شادی کی خواہش ظاہر کی تو اس کے گھر والوں پر تو گویا قیامت ٹوٹ پڑی، سب نے سخت ناراضی کا اظہار کیا، اس سے بات کرنا ترک کر دیا اور ایک بھائی نے تو اسے مارنا چاہا اور کہنے لگا کہ تیس تیس سال کی لڑکیاں پڑی ہیں اور وہ شادی نہیں کر رہیں اور توکل کی بچی شادی کرنا چاہتی ہے!

سبحان اللہ! دیکھیں کہ معاشرہ کس اعتبار سے سوچ رہا ہے؟

قارئین کرام! اس تاخیر کا ایک منطقی، فطری اور واضح نتیجہ یہ ہے کہ نوجوان خواہ مرد ہو یا عورت اگر وہ شادی میں تاخیر کر رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی فطری ضرورت پوری کرنے کے لیے کوئی غلط راستہ اختیار کر رہا ہے، خواہ اس کی کوئی بھی صورت ہو یا اپنی فطری

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ: ٤/ ١٢٩، مصنف عبدالرزاق: ٦/ ١٧٠۔

[2] سنن سعید بن منصور: ٤٩١؛ مصنف عبدالرزاق: ٦/ ١٧٠۔

ضرورت کو دبا کر صحت کا کباڑا کر رہا ہے اور یہ دونوں ہی خطرناک ہیں۔

قارئین کرام! یہ میرا ذاتی خیال نہیں بلکہ غیر مسلم دانشور اور نوجوانوں کے معاملات سے دلچسپی رکھنے والے حضرات بھی اس کا اقرار کرتے ہیں، چنانچہ مشہور ہندی اخبار ''دینک جاگرڑ'' جو ہندوستان کے متعدد شہروں سے شائع ہوتا ہے، اس کے ۲۸/اکتوبر ۲۰۰۶ء کے شمارے میں ایک مضمون شائع ہوا تھا جس کا عنوان تھا ''دیر سے شادی'' اس مضمون کی لکھنے والی ایک خاتون ہیں جن کا نام ''بملا پاٹل'' مذکور تھا۔ اس مضمون میں دیر سے شادی اور اس کے اسباب سے متعلق اس خاتون نے بڑی قیمتی گفتگو کی تھی، دیر سے شادی کے متعدد اسباب کا ذکر ہے جن میں سب سے پہلا سبب یہ مذکور ہے کہ زیادہ نوجوان لڑکے لڑکیاں کم عمری میں جنسی تعلقات قائم کر چکے ہوتے ہیں اور جب آزادی سے انہیں اپنی شہوت رانی کی جگہ مل جاتی ہے تو وہ شادی کے بندھن میں بندھنا کیوں گوارا کریں گے؟ [1]

② شادی کے بارے میں دوسری غلطی یہ ہوتی ہے کہ اگر کوئی مرد یا عورت چالیس سال کے قریب ہو اور اس کا شریک حیات وفات پا جائے تو اس کے لیے شادی کرنا بہت بڑا عیب سمجھا جاتا ہے، حتی کہ خود اس کے ماں باپ اور بھائی بند وغیرہ اسے پسند نہیں کرتے، جبکہ شادی سے بچنے کی وجہ سے بہت بُرے نتائج سامنے آتے ہیں جن میں سے دو نتیجے بہت عام ہیں:

① اخلاقی برائیوں کی کثرت خاص کر مردوں کی طرف سے، چنانچہ بہو، بیٹی اور دیگر محرم کے ساتھ زنا کے جو گھناؤنے واقعات پیش آرہے ہیں، اگر آپ ان واقعات پر غور کریں تو عمومی طور پر آپ کو ایسے لوگ ملیں گے کہ زانی کی حالت بالعموم دو صورتوں سے باہر نہ ہوگی:

اول: اس کی بیوی کا انتقال ہو گیا اور اس نے دوسری شادی نہیں کی۔

دوم: بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بیوی قربت نہیں چاہتی، جبکہ خاوند میں قوت اور تقاضا موجود ہوتا ہے۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ ہمارے معاشرے میں تعددِ ازدواج ایک ناقابلِ معافی جرم سمجھا جاتا ہے۔

---

[1] دیکھیے: ''دینک جاگرڑ'' بروز ہفتہ ۲۸/اکتوبر ۲۰۰۶ء ضمیمہ بنام سنگینی، ص ۱، ۳۔

② ذہنی الجھن اور نفسیاتی امراض:

سچ فرمایا خالق کائنات نے:

﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱﴾ [1]

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمھاری جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون پاؤ، اس نے تمھارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی، یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔''

سعودی عرب کے مشہور اخبار ''الریاض'' میں جرمنی اور مصر کے تحقیقاتی شعبوں کے حوالے سے ایک رپورٹ چھپی ہے جس سے میرے سابقہ دعوے کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ اس تحقیق میں مذکور ہے کہ جو لوگ اپنی شریک حیات کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں خواہ مرد ہوں یا عورت ان کی نفسیاتی صحت ان لوگوں کے مقابلہ میں کہیں اچھی ہوتی ہے جو اکیلے زندگی گزارتے ہیں، اس تحقیق میں مزید یہ بھی مذکور تھا کہ شادی جس قدر جلد کی جائے بلڈ پریشر، ہارٹ پرابلم اور دماغی بیماری کا احتمال اسی قدر کم ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] ۳۰/الروم:۲۱۔

[2] جريدة الرياض بتاريخ: ۱۹/ شعبان ۱٤۲۷ھ؛ مطابق ۱۲/ ستمبر ۲۰۰۶ء کا آخری صفحہ۔

منفی اقدامات

① فواحش و منکرات کی اشاعت پر پابندی

کسی بھی معاشرے میں اخلاقی برائیوں کے عام ہونے کا ایک بہت بڑا سبب یہ ہوتا ہے کہ اس معاشرے میں زنا اور اس کے متعلقہ مواد اور خبروں کو عام کیا جاتا ہے، شہر کے کسی گوشے میں اگر کوئی برا کام ہو رہا ہو تو معاشرے میں اس خبر کو عام کیا جائے اور بیمار دل لوگوں کو اس کی اطلاع دی جائے، قرآن مجید کی اصطلاح میں اس چیز کو ''اشاعتِ فاحشہ'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

انسان کی فطرت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ جب بھی وہ کوئی ایسی خبر سنتا ہے جو اس کی خواہش کے موافق ہوتی ہے تو جائے خبر تک پہنچنے اور اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس وجہ سے دیکھا جاتا ہے کہ اگر کوئی عورت ارتکابِ فاحشہ سے مشہور ہوتی ہے تو ہر بیمار دل انسان اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس کی گلی تک پہنچنا چاہتا ہے، اسی لیے قرآن مجید نے اشاعتِ فاحشہ پر سخت نکیر کی ہے اور اس کے مرتکب کو دردناک عذاب سے ڈرایا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝١٩﴾ [1]

''جو لوگ مسلمانوں میں برائی پھیلانے کے آرزو مند رہتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔''

صرف اسی ایک آیت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایسی خبریں یا مواد جن میں فحاشی و بے حیائی کی عام دعوت ہو، اسے لوگوں میں عام کرنا شریعت کی نظر میں کتنا بڑا جرم ہے کہ

---

[1] ٢٤/النور:١٩۔

انہیں دنیا و آخرت دونوں جگہ دردناک عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔

اس امر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيمَانُ قَلْبَهُ لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعِ اللَّهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ يَتَّبِعِ اللَّهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ)) [1]

''اے وہ لوگو! جنہوں نے زبان سے ایمان لانے کا اقرار تو کیا ہے لیکن ابھی ایمان دل میں داخل نہیں ہوا۔ سنو! مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور نہ ہی ان کے عیوب کو تلاش کرو، کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے عیوب کو تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے عیب تلاش کرنے لگے گا، اور (جان لو!) جس کے عیب اللہ تعالیٰ نے تلاش کیے، اسے اس کے گھر میں رسوا کر کے رکھ دیا۔''

مقصد یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کا عیب حق ہو یا ناحق لوگوں کے سامنے بیان ہوگا تو اولاً ایک مسلمان کی عزت پامال ہوگی، ثانیاً مریض دل اور کمزور ایمان لوگ ان برائیوں کی طرف مائل ہوں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''فحش گفتگو کرنے والا اور اسے لوگوں میں پھیلانے والا دونوں گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔'' [2]

حضرت عطاء رحمہ اللہ کا قول ہے:

''کہ جو شخص زنا سے متعلقہ باتیں لوگوں میں عام کرے اسے سزا دینی چاہیے۔'' [3]

حضرت شبیل بن عوف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو شخص فحش باتوں کو عام کرے، وہ اسی طرح گناہ گار ہے جس طرح کہ اس کا علی الاعلان ارتکاب کرنے والا گناہ گار ہے۔ [4]

---

[1] **صحیح**، سنن ابی داود، کتا الأدب، باب فی الغیبة، ح: ٤٨٨٠؛ مسند احمد: ٣٣/ ٢٠، ح: ١٩٧٧٦۔

[2] **صحیح**، الادب المفرد، باب من سمع بفاحشة فأفشاھا، ح: ٣٢٤۔

[3] **صحیح**، الادب المفرد: ٣٢٦۔ [4] صحیح، الادب المفرد: ٣٢٥۔

ان نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ زنا اور اس سے متعلقہ باتوں کی اشاعت کے متعلق اسلام کی تعلیمات کیا ہیں، اور اسلام نے اس پر کس سختی کے ساتھ نکیر کی ہے، کیونکہ انسان کی فطرت ہے کہ جب زنا یا اس سے متعلقہ گفتگو سنتا ہے تو اس کے جنسی جذبات جوش میں آتے ہیں اور جب کسی فاحشہ عورت کے بارے میں یا کسی برائی کے اڈے کے بارے میں خبر پاتا ہے تو فطری طور پر بتقاضائے شہوت اس کی طرف مائل بھی ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ہر اس عمل کو ناجائز و حرام قرار دیا ہے جو برائی پھیلنے کا سبب بنتا ہے جیسے شراب، موسیقی، اور بے پردگی وغیرہ، اور یہی وجہ ہے کہ قرآن نے مسلمان عورتوں کو غیر مسلم اور جن عورتوں کے کردار کا علم نہ ہو ایسی عورتوں سے بھی اپنی زینت چھپانے کا حکم دیا ہے۔ [1] اور اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ہیجڑوں کو گھروں سے نکال دینے کا حکم دیا ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر موجود تھے کہ آپ ﷺ نے ایک ہیجڑے کو کہتے ہوئے سنا جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی سے کہہ رہا تھا کہ اگر طائف فتح ہوا تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی دکھلاؤں گا جسے آتے دیکھو تو اس میں چار بل پڑتے ہیں اور پیچھے سے دیکھو تو آٹھ بل پڑتے ہیں۔ جب آپ ﷺ نے اس کی یہ گفتگو سنی تو

فرمایا:

((لَا يَدْخُلَنَّ هٰذَا عَلَيْكُنَّ)) [2]

''آج کے بعد یہ تمہارے پاس نہ آنے پائے۔''

---

[1] بہت سے لوگوں کو یہ بات بڑی عجیب محسوس ہوگی کہ ایک عورت کا کسی عورت سے پردہ کرنے کا کیا معنی ہے؟ لیکن حق یہ ہے کہ قرآن مجید کا یہ حکم بڑی حکمت پر مبنی ہے، مجھے ایک ایسی عورت کے بارے میں معلوم ہوا جو زچگی کے بعد عورتوں کے جسم کی مالش کیا کرتی تھی اور ہر عورت کے جسم کی کوئی ایسی علامت ضرور یاد رکھتی جو کسی ایسی جگہ ہو جہاں عام عورتوں کی نظر نہ پہنچ سکے، جیسے ران وغیرہ، پھر اس بات کو جا کر بعض مردوں کو بتلا دیتی جن سے اس کے غلط تعلقات ہوتے، اس طرح وہ بات لوگوں میں عام ہو جاتی اور نتیجہ یہاں تک پہنچتا کہ ان پاکیزہ اور عفیفہ عورتوں کے شوہر انہیں طلاق دے دیتے۔

[2] صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب ما ينهى من دخول المتشبهين بالنساء، ح: ٥٢٣٥؛ صحيح مسلم: ٢١٨١ (٥٦٩١)۔

یعنی چونکہ یہ شخص نامرد ہونے کے باوجود عورتوں کے معاملے میں دلچسپی رکھتا ہے اور عورتوں کے پردے کی بات مردوں کو بتلاتا ہے، لہٰذا یہ اشاعت فتنہ کا سبب بن سکتا ہے، اس لیے اس سے پردہ کرواور اپنے پاس آنے سے روکو۔

اس اسلامی تعلیم کے باجود آج ہمارے معاشرے میں بے حیائی و بدکاری کو رواج دینے کا کام بالکل عروج پر ہے، متعدد ادارے اس میدان میں منظم طور پر کام کر رہے ہیں اور گورنمنٹ کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں۔

ہمارے ماحول میں جوادارے اشاعت فاحشہ کا کردار ادا کر رہے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

① ریڈیو اور ٹی وی کا ادارہ، بدقسمتی سے یہ دونوں ادارے صرف فحش خبریں ہی نہیں بلکہ فحاشی کے عملی مظاہر بھی پیش کر رہے ہیں۔

② کلب، تھیٹر، سینما ہال اور اس طرح کے دیگر جائے رقص وسرود۔

③ روزنامہ اخبارات، ہفتہ واری اور ماہانہ میگزین (بالخصوص فلمی رسالے اور فنی دنیا سے متعلقہ رسالے)

اب تو صورت حال یہ ہے کہ ایک غیرت مند باپ کوئی اخبار یا ہفتہ وار اور ماہوار پرچہ خریدتے ہوئے اس بارے میں بار بار سوچتا ہے کہ اسے اپنے گھر میں کس طرح داخل کرے؟

④ تجارتی اعلانات خاص کر عورتوں کے خصوصی استعمال کی چیزوں کے اعلانات۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ بسا اوقات کسی فلم میں وہ عریانیت اور رومانسی منظر نہیں ہوتا جیسا منظر تجارتی اعلانات میں پیش کیا جاتا ہے۔ (حیرت کی بات ہے کہ بلیڈ کا اشتہار تک بھی عورت پیش کرتی ہے۔)

⑤ فلمیں، ڈرامے اور سیریل جو آج ہر گھر تک پہنچ چکے ہیں۔

ذرا سوچیں کہ جب فلموں میں ایسے ایسے گانے پیش کیے جائیں گے کہ ''جب پیار کیا تو ڈرنا کیا'' تو لڑکیاں اور لڑکے اپنے والدین سے بغاوت نہیں کریں گے تو پھر ان سے اور کس

چیز کی امید کی جاسکتی ہے؟

⑥ مخلوط تعلیم اور غیر شرعی نصابِ تعلیم وغیرہ بھی ہمارے معاشرے میں اشاعتِ فاحشہ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

قارئینِ کرام! ضرورت اس بات کی ہے کہ معاشرے کے دانشور، غیور حضرات اس نقطے پر غور کریں اور ایک پرامن اور پاک معاشرے کی خاطر فواحش ومنکرات کے رواج دینے والے اداروں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں، ورنہ بقول ایک غیر مسلم دانشور کے کہ کچھ بعید نہیں کہ ہمارا ملک مکمل طور پر جنسی بے راہ روی اور زنا بالجبر کے لیے ایک تجربہ گاہ بن جائے گا۔

② مرد وزن کے اختلاط پر پابندی

خود مرد وزن کا اختلاط ہی فواحش ورذائل کے انتشار اور لڑکیوں کی بغاوت کا ایک بڑا اور اہم سبب ہے، اس لیے شریعت نے عورت ومرد کے اختلاط کو حرام اور ناجائز قرار دیا ہے۔

اختلاط کا معنیٰ یہ ہے کہ غیر محرم مرد وعورت کا باہم کسی ایسی جگہ جمع ہونا جہاں سے ایک دوسرے کو دیکھنا، آپس میں گفتگو کرنا اور چھونا ممکن ہو۔

سنن ابی داود وغیرہ میں حضرت ابو اُسید انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر نکلے تو دیکھا کہ راستے میں مرد وزن اکھٹے چل رہے ہیں، یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے مخاطب ہوکر فرمایا:

((اِسْتَأْخِرْنَ، فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيقَ، عَلَيْكُنَّ بِحَافَّاتِ الطَّرِيقِ)) [1]

"ایک طرف ہوجاؤ کیونکہ تمہارے لیے راستے کے وسط میں چلنا درست نہیں ہے۔ تمہارے لیے راستے کے ایک طرف چلنا لازم ہے۔"

راوی کہتے ہیں کہ یہ سن لینے کے بعد عورتیں بالکل ایک طرف ہوکر دیوار سے چمٹ کر اس طرح چلتی تھیں کہ بسا اوقات ان کا کپڑا دیوار سے اٹک جاتا تھا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] **حسن**، سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی مشی النساء مع الرجال، ح: ۵۲۷۲۔

((لَيْسَ لِلنِّسَآءِ وَسَطُ الطَّرِيْقِ)) ❶

''عورتوں کے لیے مناسب نہیں کہ وہ راستے کے بالکل درمیان میں چلیں۔''

اس فوری حکم کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مسجد سے نکلتے وقت عورت و مرد کو اختلاط سے بچانے کے لیے دو مزید قدم اٹھائے۔

اول: مسجد کے ایک دروازے کو عورتوں کی آمدورفت کے لیے خاص کر دیا۔

چنانچہ امام ابوداود رحمہ اللہ اپنی کتاب السنن میں باب باندھتے ہیں: (باب اعتزال النساء فی المساجد عن الرجال) ''یعنی مسجدوں میں عورتوں کا مردوں سے الگ تھلگ رہنے کا بیان۔''

پھر اس کے تحت ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ تَرَكْنَا هٰذَا الْبَابَ لِلنِّسَآءِ)) ❷

''اگر اس دروازے کو ہم عورتوں کے لیے خاص کر دیں (تو بہتر ہے)''

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ یہ فرمان نبی ﷺ سے سن لینے کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی وفات تک اس دروازے سے داخل نہیں ہوئے۔

دوم: مردوزن کو اختلاط سے بچانے کے لیے آپ ﷺ نے دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ آپ ﷺ خود نماز سے فارغ ہونے کے بعد کچھ دیر کے لیے اپنی جگہ بیٹھے رہتے اور مردوں کو بھی ہدایت دیتے کہ وہ بھی کچھ دیر بیٹھ کر اٹھیں تاکہ عورتیں اپنے گھروں کو واپس جا سکیں اور راستے میں دونوں جنسوں کا اختلاط نہ ہونے پائے۔

چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عہد نبوی ﷺ میں جب عورتیں نماز سے فارغ ہوتیں تو فوراً اٹھ کھڑی ہوتیں، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والے مرد کچھ دیر اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہتے، جب رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ سے اٹھ جاتے تو مردوں کی جماعت بھی اٹھ کھڑی ہوتی۔ ❸

---

❶ **حسن**، صحیح ابن حبان: ٥٦٠١؛ سلسلة الصحيحة: ٨٥٦۔ ❷ **صحیح**، سنن ابی داود، کتاب الصلة، باب فی اعتزال النساء فی المساجد، ح: ٤٦٢۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب خروج النساء الی المساجد...، ح: ٨٦٦۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے سلام پھیرتے تو عورتیں اپنے گھروں کے لیے واپس ہو جاتیں اور آپ ﷺ کے اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے پہلے وہ اپنے گھروں کو پہنچ چکی ہوتیں۔ [1]

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ گھروں کی بات دور کی ہے، راستوں میں بھی مرد وزن کا اختلاط ناپسندیدہ چیز ہے۔'' [2]

قارئینِ کرام! قابلِ غور مقام ہے کہ جب مساجد اور ان کی طرف آنے جانے والے راستوں کے بارے میں یہ حکم ہے جہاں ہر شخص خالص عبادت کے جذبے سے آتا ہے تو دوسری عام جگہیں جہاں شرم وحیا کی کوئی قید نہیں ہوتی، اختلاطِ مرد وزن کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ آج ہمارے ماحول میں زنا کے عام ہونے کا ایک بہت بڑا سبب سکولوں، کالجوں، دفتروں اور بازاروں وغیرہ میں مرد وزن کا اختلاط ہے، بلکہ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو عشق ومعاشقہ اور زنا بالجبر کے واقعات کا بہت بڑا سبب مرد وزن کا اختلاط ہے، خاص کر سکولوں، کالجوں، دفتروں اور وسائل نقل وحرکت میں اختلاط تو اخلاقی برائیوں کے علاوہ اور بھی بہت سی خرابیوں کا سبب بنتا ہے، یہی وجہ ہے اب غیر مسلم دانشور خصوصاً یورپ کے لوگ اس کے خلاف آواز اُٹھانا شروع کر چکے ہیں اور اپنی حکومتوں سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ خصوصی طور پر تعلیم گاہوں اور دفتروں میں مرد وزن کے اختلاط پر پابندی لگائی جائے۔ [3]

ایک ہندی میگزین میں ایک اصلاحی مضمون چھپا جس میں مضمون نگار k.k Gupta (کے کے گپتا) نے معاشرے کو اس طرف متوجہ کرنا چاہا تھا کہ آج ہمارا ملک جو زنا بالجبر کے لیے ایک تجربہ گاہ بنتا جا رہا ہے اس کی طرف جلد توجہ دینے کی ضرورت ہے ورنہ ملک تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے۔ مضمون نگار نے بطورِ مثال کئی واقعات کی طرف اشارہ کیا تھا، اگر ان

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب مکث الامام فی مصلاہ بعد السلام، ح: ٨٥٠۔

[2] فتح الباری: ٣/ ٣٣٦۔ [3] مجلة المسلمون، عدد: ١١٨؛ رمضان: ١٤٠٧ھ مطابق ٩/ مئی ١٩٨٧ء۔ نیز دیکھئے: انگریزی ماہر تعلیم وتربیت بیورلی شو کی کتاب کا عربی ترجمہ بنام الغرب يتراجع عن التعليم المختلط ترجمہ: ڈاکٹر وجیہ حمد عبدالرحمٰن۔

واقعات کے اسباب پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو ہر شخص یہ اقرار کرنے پر مجبور ہوگا کہ یہ واقعات سکولوں، سڑکوں اور وسائل نقل وحرکت میں اختلاط کے نتیجے میں رونما ہوئے ہیں۔ [1]

حاصل کلام یہ کہ ضرورت ہے کہ معاشرے کے غیرت مند، دانشور حضرات، اور سماجی کارکن اس طرف توجہ دیں اور اپنی نسل کو گندگی میں ملوث ہونے سے بچائیں۔

③ خلوت پر پابندی

فواحش ومنکرات کی روک تھام کے لیے شریعت نے ایک قدم یہ اٹھایا ہے کہ کوئی بھی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے، یہ تنہائی خواہ کتنے ہی پاک مقصد کے لیے ہو شریعت اسے جائز قرار نہیں دیتی۔ علمائے شریعت اسے ''خلوت'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے متعدد احادیث میں خلوت سے سختی سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

((لَا یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُوْمَحْرَمٍ وَلَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ)) [2]

''کوئی بھی مرد کسی (اجنبی) عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرے، اِلّا یہ کہ اس عورت کے ساتھ اس کا کوئی محرم ہو اور کوئی بھی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔''

صحیحین کی ایک اور حدیث میں ہے:

((إِیَّاکُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَی النِّسَاءِ)) فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَفَرَأَیْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: ((اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ)) [3]

''عورتوں کے پاس (تنہائی میں) جانے سے بچو۔'' یہ سن کر ایک انصاری صحابی نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ''حمو'' کے بارے میں کیا حکم

---

[1] دیکھئے: انوکھی کہانیاں عدد: ۴/۷؛ سال ۲۰۰۶ء صفحہ ۲۲ اور اس کے بعد۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب من اکتسب فی حبیش...، ح: ۳۰۰۶؛ صحیح مسلم: ۱۳٤۱ (۳۲۷۲)۔

[3] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل بامرأة الاذو محرم...، ح: ۲۳۲۵؛ صحیح مسلم: ۲۱۷۲ (٥٦٧٤)۔

ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''حمو تو موت ہے۔''

عربی زبان میں ''حمو'' سے مراد شوہر کے قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں، جیسے دیور، جیٹھ، شوہر کا چچا اور چچازاد بھائی وغیرہ، چونکہ ان لوگوں کے بارے میں پردہ سے متعلق لاپروائی برتی جاتی ہے جس کے بڑے خطرناک نتائج سامنے آتے ہیں، اس لیے خصوصی طور پر ان سے متعلق سوال ہوا اور سخت لہجے میں اس سے منع کیا گیا۔ [1]

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَخْلُوَنَّ بِامْرَأَةٍ لَيْسَ مَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ مِنْهَا، فَإِنَّ ثَالِثَهُمَا شَيْطَانٌ)) [2]

''اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ کسی عورت کے ساتھ بغیر اس کے کسی محرم کے ہرگز خلوت اختیار نہ کرے کیونکہ جب بھی کوئی مرد وعورت خلوت میں ہوتے ہیں تو ان کا تیسرا شیطان ہوتا ہے۔''

ان احادیث کی بنیاد پر علما کا اتفاق ہے کہ کسی بھی اجنبی عورت سے خلوت اختیار کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ [3]

یہ خلوت خواہ کتنے ہی پاکیزہ مقاصد کے لیے ہو، شریعت کی نظر میں کوئی مقصد اس کے جواز کی دلیل نہیں ہے [4] جیسے تعلیم کے لیے خلوت، علاج کے لیے خلوت اور کوئی جائز ضرورت پوری کرنے کے لیے خلوت، علاج کے لیے خلوت، خواہ کسی کے ساتھ ہو، وہ پیر ہو، مولوی ہو، ڈاکٹر ہو یا کوئی اور اگر وہ عورت کا محرم نہیں ہے تو یہ مقاصد وافراد اور ان کی قدسیت

---

[1] دیکھیے: شرح مسلم للنووی ١٤/ ١٥٤؛ فتح الباری: ٩/ ٣٤١۔

[2] صحیح، مسند احمد: ٢٣/ ١٩، ح: ١٤٦٥١۔

[3] شرح مسلم للنووی: ٩/ ١٠٩؛ فتح الباری: ٤/ ٧٧۔ ان احادیث میں محرم سے مراد ہے جس کا نکاح اس عورت سے ابدی طور پر حرام ہو، البتہ جو لوگ وقتی طور پر حرام ہیں وہ محرمیت میں داخل نہیں ہیں، جیسے سالی، بیوی کی خالہ، بیوی کی بھانجی و بھتیجی اور اس طرح کی وہ قریبی رشتہ دار عورتیں کہ بیوی کی موجودگی میں ان سے نکاح جائز نہیں ہے۔ (فتح الباری: ٤/ ٧٧، و٩/ ٢٣٣)

[4] البتہ اگر کوئی ناگزیر ضرورت پیش آجائے تو اس کے لیے یہ حکم نہیں ہے، بلکہ خلوت جائز ہوگی، البتہ اس کے لیے کچھ حدود قیود ہیں جن کا پاس ولحاظ رکھنا ضروری ہے، جیسے پردہ غض بصر اور دونوں میں مناسب دوری۔ (شرح مسلم للنووی: ٩/ ١٩٠)۔

اس کے جواز کی سند نہیں دے سکتے۔ کیا خوب کہا خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے میمون بن مہران سے: لَا تَخْلُوَنَّ بِامْرَأَةٍ وَإِنْ قُلْتَ أُعَلِّمُهَا الْقُرْآنَ۔
''کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرنا، خواہ قرآن مجید کی تعلیم ہی کے لیے ہو۔''

بد قسمتی سے ہمارے یہاں لوگ اس سلسلے میں واضح طور پر غفلت برتتے ہیں۔ خصوصاً دوستوں، ماسٹروں اور ڈاکٹروں کے بارے میں کھلی لاپروائی برتی جاتی ہے، جبکہ ہر صاحب عبرت نگاہ رکھنے والا شخص دیکھ رہا ہے کہ اس لاپروائی کے بہت ہی خطرناک نتائج سامنے آتے ہیں۔ اگر ہم میں سے ہر شخص اپنی یادداشت کی کیسٹ کو تھوڑا سا پیچھے کرے تو اس کے کانوں میں ایسے متعدد واقعات پڑیں گے جو اسی خلوت کے نتیجے میں رونما ہوئے ہوں گے۔
عَلٰی سَبِیْلِ الْمِثَالِ.

(۱) کتنے ہی ماسٹر حضرات اپنی شاگردوں اور معصوم لڑکیوں کی عزت کے ساتھ کھیل جاتے ہیں۔ میں ایک حافظ صاحب [1] کو جانتا ہوں ایک ۱۳، ۱۴ سالہ لڑکی کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے، گھر والے بھی کہتے تھے کہ یہ حافظ صاحب ہیں اور قرآن مجید کی تعلیم دیتے ہیں، اس لیے ان سے نہ کوئی پردہ ہے اور نہ کوئی خلوت وجلوت میں کوئی فرق ہے، لیکن چند مہینوں کے بعد اس کا نتیجہ وہی نکلا جو فطری چیز ہے، چنانچہ ہوا یہ کہ شیطان نے اپنا کام کیا اور ایک رات دونوں چھپ کر نکلے اور دور شہر جا کر کورٹ میرج کر لی اور آج اپنے کیے پر شرمندہ ہیں، کیونکہ ان کی بیوی نے جس طرح سے والدین سے بغاوت کر کے ان کے ساتھ گناہ کا کام کیا، اب خود ان کے ساتھ بغاوت کر کے دوسروں کے ساتھ گناہ کرتی ہے۔ سچ ہے:

بد نہ بولے زیرِ گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

---

[1] ہم نے حافظ صاحب کی مثال اس لیے نہیں دی کہ دوسرے لوگ اس سے بری ہیں، ہرگز نہیں بلکہ دوسرے ماسٹروں سے اس قسم کی نازیبا حرکتیں حافظ صاحب کے مقابلہ میں کثرت سے ہوتی ہیں، مقصد یہ ہے کہ جب حافظ ومولوی صاحب سے ایسی حرکتیں ہو سکتی ہیں، اور ان سے خلوت جائز نہیں ہے تو دوسرے لوگ تو بدرجہ اولیٰ اس حکم میں آتے ہیں۔

(۲) علاج ومعالجہ کے سلسلے میں بھی لوگ خلوت کو برا نہیں سمجھتے، آج ہمارے نرسنگ ہوم اور ہسپتال کا ماحول ایسا بن گیا ہے کہ پردہ، خلوت اور شرمگاہ کی طرف دیکھنا کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا، بلکہ جو شخص اسے عیب شمار کرتا ہے، وہ بے وقوف، غیر مہذب اور نادان تصور کیا جاتا ہے، چنانچہ نرسوں کی ڈاکٹروں کے ساتھ خلوت، مرد نرسوں کی خاتون نرسوں کے ساتھ خلوت اور مریضہ کی ڈاکٹر کے ساتھ خلوت ایک عام عادت بن چکی ہے۔ حالانکہ اس آزادی کے جس قدر بھیانک نتائج سامنے آتے ہیں وہ کسی بھی باغیرت اور صاحبِ ضمیر شخص کو چونکا دینے کے لیے کافی ہیں کیونکہ رہ رہ کر اخبارات میں ایسی خبریں چھپتی رہتی ہیں۔

(۳) ابھی چند سال قبل کی بات ہے کہ فرانس کے شہر ''گولن'' کی رہنے والی ایک عورت نے روتے ہوئے پولیس کے سامنے اخبار نویسوں سے کہا کہ آج کے بعد سے میں اپنی بیٹی کے بارے میں کسی پر اعتماد نہیں کرسکتی اور دنیا کی ہر ماں کو یہ پیغام دیتی ہوں کہ کسی بھی ڈاکٹر کے پاس اپنی بیٹیوں کو بغیر بھائی باپ کی معیت کے علاج کے لیے نہ بھیجیں۔

یہ ایک غیر مسلم دنیا کے بڑے ترقی یافتہ ملک کی ایک ماں کی آواز تھی لیکن سوال یہ ہے کہ آخر اس نے یہ بڑی عظیم بات کیوں کہی؟

بھائیو! اصل میں اس کے پیچھے ایک عبرتناک حادثہ ہے۔ کاش! آج ہمارے ملکوں کے آزاد خیال اور اپنے آپ کو مہذب کہنے والے ماں باپ اس سے عبرت پکڑتے۔

ہوا یہ کہ اس فریاد کرنے والی ماں کی بیٹی کا ماہواری نظام درست نہ تھا، اس نے اپنی ماں سے صورت حالِ کا ذکر کیا، ماں نے اپنی بیٹی کو اپنے فیملی ڈاکٹر کے پاس بھیجا، ڈاکٹر پرانا واقف کار تھا اور اہل خانہ سے دوستانہ مراسم بھی تھے، ماں نے ٹیلیفون پر ڈاکٹر سے بات کی اور یہ بھی تاکید کردی کہ واپسی میں لڑکی کو اپنی کار سے گھر پہنچا دے۔ چنانچہ لڑکی ڈاکٹر کے پاس گئی، وہاں مریضوں کی لمبی قطار تھی، ڈاکٹر نے لڑکی کو انتظار کے لیے کہا تاکہ مریضوں سے فارغ ہونے کے بعد اطمینان سے اس کا معائنہ کرے، یہ کوئی باعث تعجب بات نہ تھی، لیکن شاید ڈاکٹر نے جان بوجھ کر بھی کچھ تاخیر سے کام لیا۔ جب تمام مریضوں سے فارغ ہوا تو معائنہ والے کمرے میں لڑکی کو بلایا اور معائنہ والی چارپائی پر لیٹ جانے کا حکم دیا، لڑکی کو کسی

بھی قسم کا شبہ نہیں تھا، کیونکہ ایک تو وہ فیملی ڈاکٹر اور دوسرا لڑکی کا منہ بولا ''انکل'' خلاصہ یہ کہ ڈاکٹر لڑکی کا معائنہ کرنے لگا اور علاج کے بہانے لڑکی کی آنکھ پر ایک کپڑا ڈال دیا پھر لڑکی کے ساتھ وہ کام بھی کر گیا جو لڑکی اور اس کی ماں کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا، لڑکی نے جب اس پر احتجاج کیا تو ڈاکٹر نے اسے ڈرایا اور کہا کہ اگر تم نے کسی سے یہ راز فاش کیا تو تمہیں قتل کر دوں گا۔

لڑکی اپنے گھر واپس ہوئی، اس کی حالت دگر گوں تھی اور اس قسم کے بناوٹی انکلوں کے بارے میں اس کے نظریات بدل چکے تھے، حالانکہ اس وقت ڈاکٹر کی عمر ۵۸ سال تھی اور وہ ایک مدت سے اہل خانہ کے نزدیک قابلِ اعتماد تھا۔ [1]

ہم نے صرف ایک حادثہ بیان کیا ہے، جبکہ اس قسم کے سینکڑوں حادثات گاہے بگاہے اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں اور جو خبریں پوشیدہ رہ جاتی ہیں، ان کی تعداد عالم الغیب والشہادہ ہی جانتا ہے۔

قارئین کرام! تعجب اس پر نہیں ہے کہ اس ڈاکٹر نے اپنے پیشے کا لحاظ نہیں کیا کیونکہ جو کچھ ہوا وہ ایک فطری امر تھا۔ تعجب اس پر ہے کہ ہم لوگ اس قسم کے واقعات سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور خود لوگ جن کے ساتھ یہ حادثات پیش آتے ہیں وہ آنکھیں اس وقت کھولتے ہیں جب ان کا سب کچھ لُٹ چکا ہوتا ہے۔

(۴) اختلاط وخلوت کی سب سے بڑی اور خطرناک صورت گھروں میں ایک خاندان کے افراد یا دوستوں کے ساتھ اہل خانہ کا اختلاط اور غیر محرم سے خلوت ہے جس کے غلط نتائج اس کثرت سے رونما ہوتے ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔ ہر صاحب بصیرت اس کا ملاحظہ کر رہا ہے کہ گھروں میں اختلاط اور خلوت کی وجہ سے دیور، بھابی، سالی، بہنوئی، دوست اور دوست کی بیوی وغیرہ کے ساتھ غیر شرعی اور ناجائز تعلقات کے واقعات کثرت سے رونما ہو رہے ہیں، ہم میں سے ہر شخص ایسے سینکڑوں واقعات کا علم رکھتا ہے اور جو واقعات چھپے رہ جاتے ہیں ان کی تعداد معلوم نہیں کتنی ہوگی؟ سچ کہا ہے ہندوستان میں عورتوں کے معاملات سے تعلق رکھنے والی کمیٹی کے صدر نے: چھیڑ چھاڑ، زنا بالجبر اور اغوا کے واقعات اس کثرت سے پولیس ریکارڈ

---

[1] صراخ الفطرة: ص ۲۵۔۱۸۔

میں ہیں تو حقیقت میں کتنے ہوں گے؟ اس سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ [1]

اور جو باتیں صرف جذبات و خیالات، نظر اور دل کے گناہ تک رہ جاتی ہیں اس کا علم تو صرف عالم الغیب والشہادہ اور علیم بذات الصدور کو ہے۔ لیکن یہ بات واضح رہے اور ہر وہ شخص جو آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے یہ دھیان میں رکھے کہ یہ خیالات وجذبات اور ان کا معاملہ ختم نہیں ہوا بلکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان پر بھی لوگوں کا محاسبہ کرے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾ [2]

”آسمان اور زمین کی ہر چیز اللہ ہی کی ملکیت ہے تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اسے تم ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تعالیٰ اس کا حساب تم سے لے گا، پھر جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے سزا دے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

(۵) ایک روشن خیال ڈرائیور کو میں جانتا ہوں جو ہندوستان کے ایک مشہور شہر میں اپنی فیملی کے ساتھ رہتا تھا اور اپنے چھوٹے سے گھر میں اپنی بیوی بچوں کے ساتھ اپنے ایک دوست کو بھی رہائش دے رکھی تھی، آپس میں نہ کوئی پردہ تھا اور نہ اختلاط وخلوت سے متعلق پابندی تھی کیونکہ یہ فقرہ زبان زدِ خاص وعام ہے کہ ”آپس میں پردہ نہیں ہوتا“ کچھ دنوں کے بعد اپنی بیوی کو اپنے اصلی شہر میں گھر بنا کر چھوڑ آئے اور گھر کا ایک حصہ اپنے دوست کو بھی اس کی بیوی بچوں کے ساتھ کرائے پر دے دیا، چونکہ آپس میں پردہ پہلے ہی سے نہیں تھا، اس لیے ان کی عدم موجودگی میں خلوت واختلاط کے اور بھی مواقع فراہم ہوئے، پھر نتیجہ وہی ظاہر ہوا جو ایسی صورت میں فطرتاً ظاہر ہوتا ہے، کچھ دنوں کے بعد جب حضرت گھر واپس آتے ہیں تو دیکھا کہ دوست اور بیوی کے درمیان تعلقات کچھ اور ہی رُخ اختیار کر چکے ہیں، چنانچہ اس پر سخت

---

[1] انوکھی کہانیاں: ص ۲۴۔ [2] ۲/البقرہ: ۲۸۴۔

برہمی کا اظہار کیا اور اپنے پرانے دوست کو گھر سے نکال دیا، لیکن یہ کام اس وقت کیا جب معاملہ بہت آگے بڑھ چکا تھا۔ چنانچہ ایک دن ایسا ہوا کہ بیوی اپنا سارا زیور گھر کے کاغذات بنک میں جمع شدہ رقم لے کر اپنے عاشق یعنی شوہر کے اس دوست کے ساتھ فرار ہو گئی، جبکہ اپنے پیچھے تین بچوں اور پورے خاندان کو چھوڑ دیا، اب وہ بیچارے بجز اس کے اور کیا کرتے جیسا کہ اکبر الٰہ آبادی نے لکھا ہے:

کیا گزری جو اک پردہ کے عدو رو رو کے پولس سے کہتے تھے
عزت بھی گئی، دولت بھی گئی، بی بی گئی، زیور بھی گیا

ہر شخص اس قصہ پر غور کر کے یہ معلوم کر سکتا ہے کہ اس کا سب سے اہم سبب اختلاط اور غیر محرم کے ساتھ خلوت ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ظاہری و باطنی گناہوں اور اخلاقی خرابیوں سے بندوں کو بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اختلاط و خلوت کو حرام قرار دیا ہے، حتیٰ کہ بعض علما کا خیال ہے کہ وہ جانور جو عورتوں کے بارے میں جنسی جذبات رکھتے ہیں یا ایسے غلیظ کام کے لیے ان کی مشق کرائی جاتی ہے جیسے کتے، بندر وغیرہ۔ ان کے ساتھ بھی خلوت جائز نہیں ہے، اسی طرح جو لوگ اپنے اندر بعض مادہ جانوروں کے بارے میں جنسی جذبات محسوس کریں ان کے لیے ایسے جانوروں کے ساتھ بھی خلوت جائز نہ ہوگی۔ [1]

④ نظر کی حفاظت کا حکم

فواحش و منکرات سے بچنے کے لیے اسلام نے غضِّ بصر کا حکم دیا ہے، غض کے معنی ہیں چھپانے اور جھکانے کے، اس طرح غضِّ بصر کے معنیٰ ہوئے نظر کو جھکانا اور نیچی رکھنا۔

مقصود یہ ہے کہ انسان ہر اس چیز سے اپنی نظر کو پھیرے اور بچائے رکھے جس کا دیکھنا اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ علما جب غضِّ بصر نظر نیچی رکھنے یا نظر بچائے رکھنے کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے عمومی طور پر کسی اجنبی عورت کے دیکھنے سے نظر بچانا مقصود ہوتا ہے، چونکہ نظر ہی جنسی جذبات و شہوت اور زنا کا پیش خیمہ ہے اس لیے شریعت نے اسے نیچی رکھنے کا حکم دیا

---

[1] "الاختیارات الفقهیه" شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ: ص ۲۰۱۔

ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ [1]

''مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہی ان کے لیے پاکیزگی ہے،لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ سب سے باخبر ہے اور مسلمان عورتوں سے کہیں کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ازخود ظاہر ہے۔''

یعنی مسلمان مردوں اور عورتوں دونوں کو چاہیے کہ وہ ہر ایسی چیز کے دیکھنے سے اپنی نظر کو بچائے رکھیں جس کا دیکھنا ان کے لیے جائز نہیں ہے، خاص کر اجنبی عورتوں اور ان سے متعلقہ چیزوں کے دیکھنے سے خصوصی طور پر بچیں جن سے جنسی جذبات میں تحریک وشہوت پیدا ہوتی ہے اور انسان کے زنا میں پڑنے کا خطرہ ہوتا ہے، اس لیے نظروں کے نیچی رکھنے کے حکم کے فوراً بعد ہی شرمگاہ کی حفاظت کا بھی ذکر ہے کیونکہ نظروں کو نیچی نہ رکھنے اور انہیں آزاد چھوڑ دینے کا معنیٰ یہ ہے کہ معاملہ صرف نظر بازی تک ہی باقی نہیں رہے گا بلکہ اس کا آخری انجام زنا جیسے قبیح اور غیر اخلاقی فعل کی صورت میں ظاہر ہوگا۔کیا خوب ہی لکھا عالم ربانی امام ابن قیم رحمہ اللہ نے کہ ''نظر سے انسان کے دل میں حرکت پیدا ہوتی ہے، اب اگر اسے دور کر دیا تو اس کے بعد کی شرم وندامت سے آرام پا گیا لیکن اگر اس سے چھٹکارا حاصل نہ کیا تو یہی چیز وسوسہ کی شکل اختیار کر لیتی ہے جس کا دفاع کرنا پہلے سے زیادہ مشکل ہو جاتا ہے، پھر اگر اسے دور کر دیا تو فبہا ورنہ آگے بڑھ کر یہی وسوسہ شہوت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔اگر اب بھی اس کا علاج کر لیا تو قدرے غنیمت ورنہ یہی بدکاری کے ارادے میں تبدیل ہو جاتا ہے (جس کا دور کرنا پہلے سے کہیں زیادہ مشکل ہو جاتا ہے) اب اگر اس ارادے کو ختم کر دیا تو

---

[1] ۲٤/النور:۳۰۔۳۱۔

بہت خوب ورنہ یہ ارادۂ عزم یا ارادہ جازمہ بن جاتا ہے جس کا دور کرنا مشکل ترین ہوتا ہے بلکہ انسان اسے عملی جامہ پہنا دیتا ہے۔ [1]

یہی وجہ ہے کہ اجنبی عورت کی طرف دیکھنے کو اللہ کے رسول ﷺ نے زنا سے تعبیر کیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

((كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيْبُهُ مِنَ الزِّنَا مُدْرِكٌ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ، فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْاِسْتِمَاعُ وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا وَالْقَلْبُ يَهْوَى وَيَتَمَنّٰى وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهُ)) [2]

''ابن آدم پر زنا میں سے اس کا حصہ لکھا جا چکا ہے جو اسے لامحالہ مل کر رہے گا، چنانچہ دونوں آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، دونوں کانوں کا زنا دھیان دے کر سننا ہے، اور لگاوٹ کی بات چیت زبان کا زنا ہے اور ہاتھ کا زنا ہاتھ لگانا ہے اور پاؤں کا زنا ناجائز مقصد کے لیے چل کر جانا ہے، دل بدکاری کا ارادہ اور تمنا کرتا ہے اور شرم گاہ اسے پایہ تکمیل تک پہنچاتی ہے یا نہیں پہنچاتی۔''

قارئینِ کرام! نظر کے فتنے اور اس کے نقصانات ہی کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خصوصی طور پر اس سے منع فرمایا اور اس کی حفاظت پر بڑے اجر کی بشارت دی ہے، چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:

((يَا عَلِيُّ! لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّمَا لَكَ الْأُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الثَّانِيَةُ)) [3]

''اے علی! پہلی نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالنا کیونکہ پہلی (بے اختیار پڑنے والی نظر) تو تمہارے لیے معاف تھی البتہ دوسری جائز نہیں ہے۔''

یعنی پہلی نظر جو کسی اجنبی عورت یا اس کی زینت پر پڑی، چونکہ وہ بغیر قصد و ارادہ کے تھی

---

[1] التبیان، ص: ٤٠٤۔ [2] صحیح مسلم، کتاب القدر، باب قدر علی ابن آدم حظه من الزنا، ح: ٢٦٥٧ (٦٧٥٤)۔

[3] **حسن**، سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب ما یؤمر به من غض البصر، ح: ٢١٤٩۔

اس لیے اللہ کی طرف سے اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن اگر تم نے اس پر اپنی نظر جما دی یا دوبارہ اِسے دیکھنے کی کوشش کی تو یہ تمہارے لیے جائز نہیں کیونکہ یہ تمہارے اختیار سے ہے اور اس پر گناہ ہے۔

اس طرح ایک بار حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے اچانک پڑ جانے والی نظر کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسے موقع پر اپنی نظر پھیر لو۔'' [1]

نظر نیچی رکھنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَاتَرَى أَعْيُنُهُمُ النَّارَ عَيْنٌ حَرَسَتْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَعَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، وَعَيْنٌ كَفَّتْ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ)) [2]

''تین قسم کی آنکھیں آگ کو نہ دیکھیں گی: ① وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستے میں پہرہ داری کی ہوگی۔ ② وہ آنکھ جو اللہ کے خوف روئی ہوگی۔ ③ وہ آنکھ جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو دیکھنے سے رکی ہوگی۔''

خلاصہ یہ کہ فواحش و منکرات پر روک تھام کے لیے ضروری ہے کہ نظر کی حفاظت کی جائے، کیونکہ یہ وہ پہلا دروازہ ہے جو زنا کی طرف کھلتا ہے۔ [3] اور جنسی بے راہ روی کا سب سے پہلا علاج نظر کی حفاظت ہے، کیا خوب کہا ہے۔ جنسی علوم کے ماہر اور جنسی دواؤں پر دسترس رکھنے والے ایک جرمنی پروفیسر بودفولیفیلز نے:

''میں نے جنسی امراض اور ان کے علاج کے بارے میں غور کیا اس سلسلے میں مطالعہ کیا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب کی اس آیت سے مفید کسی اور دوا کو نہ پا سکا۔''

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الاداب، باب نظر الفجاءة، ح: ٢١٥٩ (٥٦٤٤)۔

[2] **صحیح**، الطبرانی فی الکبیر: ٤١٦/١٩، ح: ١٠٠٣؛ سلسلة الصحیحة: ٢٦٧٣۔

[3] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((اَلْإِثْمُ حَوَازُ الْقُلُوْبِ وَمَا مِنْ نَظْرَةٍ إِلَّا وَلِلشَّيْطَانِ فِيْهَا مَطْمَعٌ)) ''گناہ دلوں پر چھا جاتا ہے (یا گناہ دلوں پر اثر انداز ہوتا ہے) اور (غیر محرم عورت کی طرف) کوئی نظر ہو، اس سے شیطان کچھ امیدیں ضرور رکھتا ہے۔'' شعب الایمان للبیھقی: ٥٠٥١۔ ٧/ ٣٠٧ الطبرانی فی لکبیر: ١٤/ ٧٨٤٧؛ بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دیکھیے: الصحیحه: ٢٦١٣۔

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۳۰﴾ [1]

اور یہ آیت:

﴿وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ [2]

قارئین کرام! نظر، اس کی حفاظت اور حفاظت کے فوائد، اسی طرح نظر بازی، اس کے نقصانات اور اس سے بچاؤ کے ذرائع ایک تفصیل طلب موضوع ہے جس کے لیے الگ مضمون اور مقالے کی ضرورت ہے، اس سلسلہ میں ناچیز نے کافی مواد جمع کر رکھا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے ترتیب دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جو ہیں اہل بصیرت اکثر آنکھیں بند رکھتے ہیں
نظر اچھے دلوں کو بھی کبھی بدنام کرتی ہے

⑤ بغیر ضرورت باہر نکلنے پر پابندی

عورتوں کا اپنے گھروں سے بغیر ضرورت کے باہر نکلنا اور بالخصوص کثرت سے نکلنا شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ عمل ہے۔ خاص کر بازاروں، پارکوں، پبلک مقامات اور اس طرح کی عام جگہوں میں جانا جہاں مردوزن کا کثرت سے اختلاط پایا جائے اور وہاں شیاطینِ جن وانس کی کثرت موجود ہو اور واقعہ بھی یہی ہے کہ فواحش ومنکرات کے انتشار کا ایک بہت بڑا سبب عورتوں کا آزادانہ سیر وتفریح کے لیے نکلنا ہے اور والدین غور کریں تو انہیں اندازہ ہوگا کہ لڑکے اور لڑکیوں کی بغاوت جو اپنے والدین کے ساتھ ہوتی ہے اس کے پیچھے بچوں اور بچیوں کا گھر سے نکلنا اور بلا روک ٹوک ہر جگہ آنا جانا ہے، اگر ان واقعات پر نظر ڈالی جائے جو لڑکیوں کے اپنے والدین کے گھر سے غائب ہونے کے پیش آتے ہیں تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے اکثر واقعات میں یہ نکتہ ضرور ملے گا کہ والدین نے ان کے گھر سے نکلنے اور واپس آنے پر بالکل توجہ نہیں دی۔

---

[1] ۲٤/النور:۳۰۔ [2] ۲٤/النور:۳۱۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾ [1]

''اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور دورِ جاہلیت کی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔''

یعنی اصل تو یہ ہے کہ تم اپنے گھروں سے باہر نہ نکلو کیونکہ اگر تم باہر کثرت سے نکلنا شروع کرو گی تو جہاں ایک اپنی اصل ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی وارد ہوگی وہیں دوسری طرف جن وانس کے شیاطین تمہارا پیچھا کریں گے اور اگر باہر نکلنے کی ضرورت بھی ہو جیسا کہ واقع امر ہے تو نکلنے کے آداب کو مدنظر رکھو، بناؤ سنگھار کر کے، بے پردہ اور زمانہ جاہلیت کی طرح نہ نکلو۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے مسند البزار کے حوالے سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ کچھ عورتیں خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ساری فضیلتیں تو مردوں کے حصہ میں آئیں، کیونکہ وہ جہاد کرتے ہیں اور ہم جہاد نہیں کرتیں تو کیا کوئی ایسا عمل ہے کہ اگر ہم وہ کریں تو ہمیں بھی ان کے برابر اجر ملے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَعَدَتْ مِنْكُنَّ فِي بَيْتِهَا فَإِنَّهَا تُدْرِكُ عَمَلَ الْمُجَاهِدِينَ)) [2]

''تم میں سے جو عورت اپنے گھر ہی میں بیٹھی رہے (اور مجاہدین کے مال واولاد کی نگرانی کرتی رہے) وہ اس کے ذریعے سے مجاہدین کے اجر کو پالے گی۔''

سوچنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز جیسی عبادت کے سلسلے میں بھی یہ بات ارشاد فرمائی:

((خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعْرُ بُيُوتِهِنَّ)) [3]

''عورت کے لیے سب سے بہتر مسجد اس کے گھر کا اندرونی حصہ ہے۔''

اسی طرح ایک صحابیہ جن کا نام ام حمید رضی اللہ عنہا تھا خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہیں کہ اے اللہ کے رسول! مجھے آپ ﷺ کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنا بہت پسند ہے،

---

[1] الاحزاب ۳۳/۳۳۔

[2] **ضعيف**، مسند البزار: ٦٩٦٢؛ سلسلة الضعيفة: ٢٧٤٤۔

[3] **صحيح**، مسند احمد: ٤٤/ ١٦٥، ح: ٢٦٥٤٢؛ صحيح ابن خزيمة: ١٦٨٣۔

آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

((قَدْ عَلِمْتُ أَنَّكِ تُحِبِّينَ الصَّلٰوةَ مَعِيْ وَصَلَاتُكِ فِي بَيْتِكِ خَيْرٌ لَكِ مِنْ صَلٰوتِكِ فِيْ حُجْرَتِكِ وَصَلٰوتُكِ فِيْ حُجْرَتِكِ خَيْرٌلَكِ مِن صَلٰوتِكِ فِيْ دَارِكِ وَصَلٰوتُكِ فِيْ دَارِكِ خَيْرٌ لَكِ مِنْ صَلٰوتِكِ فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ وَصَلٰوتُكِ فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ خَيْرٌ لَكِ مِنَ صَلٰوتِكِ فِيْ مَسْجِدِيْ)) [1]

''مجھے معلوم ہے کہ تمہیں میرے ساتھ نماز پڑھنا بہت پسند ہے لیکن اپنے خاص کمرے میں تمہارا نماز پڑھنا اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اپنے گھر میں نماز پڑھنا گھر کے احاطے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور گھر کے احاطے میں تمہارا نماز پڑھنا اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور اپنے محلہ کی مسجد میں تمہارا نماز پڑھنا میری مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔''

راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد سن کر اُم حمید نے اپنے گھر کے تاریک ترین حصہ میں ایک جائے نماز بنالی اور آخری عمر تک اسی جگہ نماز پڑھتی رہیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ صرف نماز کے لیے نکلنا، وہ بھی اپنے محلہ کی مسجد میں یہ عورت کی خانگی زندگی پر مؤثر نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ باہر نکلنے سے عورت کی خانگی زندگی متاثر ہوگی [2] بلکہ اس کا اصل مقصد عورت کی عزت وعصمت کی حفاظت اور معاشرے سے فواحش ومنکرات کے اسباب کا سدِباب ہے، اور اصل حقیقت بھی یہ ہے کہ آج معاشرے میں اغوا، زنا بالجبر اور لڑکیوں کے فرار جیسے جرائم کی بہت بڑی وجہ عورتوں کا آزادانہ گھومنا اور بلا کسی روک ٹوک کے ہر جگہ آنا جانا ہے، کاش! ہماری قوم کے غیرت مند حضرات اس پر توجہ دیتے۔

اسی غلطی پر متنبہ کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

---

[1] **حسن**، مسند احمد: ٤٥/ ٣٧، ح: ٢٧٠٩٠؛ صحیح ابن خزیمة: ١٦٨٣؛ صحیح ابن حبان: ٢٢١٧۔

[2] کیونکہ بہت سے قلم کار جب عورت کے باہر نکلنے یا باہر کام کرنے سے متعلق گفتگو کرتے ہیں تو اس کی اصل علت یہ بیان کرتے ہیں کہ عورتوں کے باہر نکلنے سے ان کی خانگی زندگی متاثر ہوتی ہے۔

''اے لوگو! تمہیں غیرت نہیں آتی، تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہاری عورتیں اس قدر آزادی سے باہر نکلتی ہیں، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہاری عورتیں بازاروں میں کافروں کے شانہ بشانہ چلتی ہیں۔'' 1

ذرا سوچیں! اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ آج ہماری عورتوں کو عصر حاضر کے بازاروں میں دکانداروں سے آزادانہ باتیں کرتے دیکھتے تو اس وقت کیا کہتے؟

ذرا فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پڑھیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ وَأَقْرَبُ مَا تَكُوْنُ مِنْ وَجْهِ رَبِّهَا وَهِيَ فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا)) 2

''عورت پردے کی چیز ہے، چنانچہ جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے، اور کوئی بھی عورت اپنے رب کی رضا کے قریب تر اسی وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں ہوتی ہے۔''

ایک طرف اس فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے اور اس کی خوبیوں پر غور کیجئے، پھر دوسری طرف آج کی دنیا میں عورت کے آزادانہ گھومنے کو دیکھیے اور اس کے نتائج پر غور کیجئے۔ 3

ابھی چند سال قبل لندن کے ایک علاقے میں سات لڑکوں نے ایک ہوٹل کے سامنے سے رات دو بجے دو لڑکیوں کو اغوا کیا اور کچھ ہی دور جا کر ایک جانبی سڑک پر تقریباً بیس آدمیوں کی موجودگی میں یکے بعد دیگرے لڑکیوں کے ساتھ زنا بالجبر کیا، وہ دونوں لڑکیاں فریاد کرتی رہیں لیکن بیس سے زیادہ بے غیرت مرد کھڑے تماشا دیکھتے رہے اور کسی کی رگِ انسانیت نہیں پھڑکی۔ 4

بازاروں کا چکر لگانے والیوں دکانوں پر آنے جانے والیوں اور بغیر کسی روک ٹوک کے

---

1 مسند احمد: ۱/ ۱۳۳۔

2 **صحیح**، صحیہ ابن خزیمة: ۱۶۸۵؛ صحیح ابن حبان: ۵۵۹۸۔

3 یہ صرف آزادانہ گھومنا پھرنا ہی نہیں، بلکہ لباس کا عالم یہ ہے کہ ''نہیں ہے'' کا منظر پیش کر رہا ہے، گوشت کے اس مجموعے پر چند فقیرانہ چیتھڑوں کو فیشن و تہذیب کا نام دیا جاتا ہے۔

4 صراخ الفطرة: ۷۵،۷۶۔

باہر نکلنے والی لڑکیوں سے متعلق واقعات اس کثرت سے پیش آتے رہے ہیں کہ انہیں احاطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا ہے، ضرورت ہے کہ غیرت مند ماں باپ اور شوہر و بھائی اس طرف توجہ دیں اور عورتوں سے متعلق اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں۔

⑥ شرعی پردے کا اہتمام

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوهُنَّ مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ﴾ [1]

''اور جب نبی کی بیویوں سے تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لیے زیادہ مناسب طریقہ ہے۔''

یہ آیت ''آیت حجاب'' کہلاتی ہے جس میں بلا واسطہ نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو اور بالواسطہ تمام مسلمان عورتوں کو پردے کا حکم دیا گیا ہے اور ساتھ ہی پردے کی حکمت بھی بیان کردی گئی ہے کہ پردے کی وجہ سے مرد و عورت کے دل جنسی جذبات و خیالات سے پاک اور ایک دوسرے کے ساتھ فتنہ میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں گے۔

یہیں سے ان لوگوں کی جہالت اور ذہنی پراگندگی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جن کا دعویٰ ہے کہ اصل پردہ تو دل کا پردہ ہوتا ہے، حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے یا جاننا ہی نہیں چاہتے کہ اصل پردہ نظروں کا پردہ ہوتا ہے اور جب یہ پردہ اٹھ جاتا ہے تو دل کے پردے کو محفوظ رکھنا ایک مشکل ترین کام بن جاتا ہے بلکہ یوں کہنا صحیح ترین ہوگا کہ دل کی پاکیزگی کے لیے آنکھ کا پردہ قلعہ کی دیوار کا کام کرتا ہے اگر یہ دیوار سالم ہے تو دل سالم ہے ورنہ نہیں۔ سچ کہا ہے اکبرالٰہ آبادی نے:

حفظ عصمت بھی سہی لیکن یہ پردہ ہند میں
مسلموں کی جاہ و شان وتمکنت کی بات تھی
پردہ درکہتا ہے اب اس کی ضرورت ہی نہیں

---

[1] ۳۳/الاحزاب:۵۳۔

میرزایانہ ادا تھی سلطنت کی بات تھی
خون میں غیرت رہی باقی تو سمجھے گا کبھی
خوب تھا پردہ نہایت مصلحت کی بات تھی

قارئین کرام! پردہ کیا چیز ہے؟ جسم کے کس حصے کا پردہ ہونا چاہیے؟ اور کن لوگوں سے پردہ ہونا چاہیے؟ یہ ایک طویل موضوع ہے، جس کی تفصیل اس کتاب میں بیان نہیں کی جا سکتی، البتہ چند باتیں بڑے اختصار کے ساتھ بیان کی جا رہی ہیں، ان باتوں سے مضمون قدرے طویل ہوگیا ہے لیکن چونکہ جس مقصد کے لیے مضمون لکھا جا رہا ہے اس سے ان باتوں کا گہرا تعلق ہے، اس لیے درج کر رہے ہیں:

اولا: پردہ کے شرائط [1]

اہل علم نے شرعی پردہ کے لیے چند شرطیں رکھی رہیں:

① پورا جسم چھپا ہو، بجز اس کے جس کا ظاہر کرنا یا ظاہر ہونا ناگزیر ہو

شرعی پردے کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ عورت کا پورا جسم چھپا ہو، البتہ بعض وہ اعضائے جسم جن کا ظاہر کرنا ایک ناگزیر ضرورت ہو جیسے چلنے اور راستہ دیکھنے کے لیے آنکھ، لین دین کے لیے پہنچوں تک ہاتھ اور چلتے وقت پاؤں کے کسی حصے کا ظاہر ہونا وغیرہ۔ البتہ پردے کے لیے چہرے کا چھپا ہونا اساسی حیثیت رکھتا ہے۔ [2] چنانچہ ارشاد باری ہے:

﴿ يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ أَدْنٰٓى أَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٥٩﴾ ﴾ [3]

”اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دیں کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں، یہ زیادہ مناسب طریق ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں اللہ غفور رحیم ہے۔“

---

[1] علامہ البانی رحمہ اللہ نے ان شرائط کو اپنی کتاب جلباب المرأة المسلمة میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

[2] کیونکہ چہرہ ہی انسان کی پہچان ہے اور اس کا سارا ظاہری حسن چہرے پر نمایاں ہوتا ہے چہرہ کو خارج کر دیا جائے تو سارا جسم انسانی گوشت کا مجموعہ نظر آتا ہے۔ [3] ۳۳/الاحزاب:۵۹۔

اس آیت میں چادروں کے پلو لٹکانے کا معنیٰ بالکل وہ ہے جسے ہماری زبان میں گھونگھٹ نکالنا کہا جاتا ہے جس سے چہرے کا بیشتر حصہ چھپ جاتا ہے اور نظریں نیچی کر کے چلنے سے راستہ بھی واضح نظر آتا ہے۔

اس آیت میں چادر کے لیے لفظ ''جلباب'' استعمال ہوا ہے، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جلباب سے مراد وہ کپڑا ہے جو سر سمیت پورے بدن کو ڈھک لے، یعنی اتنی بڑی چادر اور اوڑھنی جو سر اور باقی بدن کو ڈھک لے، گھونگھٹ نکالنے کی تفسیر حضرت عبیدہ السلمانی رحمہ اللہ نے یہ کی ہے کہ عورت اپنی چادر کو سر سے اس طرح لٹکائے کہ اس کی صرف ایک آنکھ ظاہر رہے۔''

بعض اہل علم چہرے کے چھپانے کو وجوبی پردہ میں شمار نہیں کرتے، لیکن ان کا مسلک بطورِ دلیل کمزور ہے، یہ موقع ان دلائل کے ذکر کرنے اور ان پر رد کا نہیں ہے، البتہ کتاب کے آخر میں ایک استفتا اور اس کا جواب بطورِ ضمیمہ شامل کیا جا رہا ہے۔ تفصیل کے لیے اس سلسلہ میں تالیف شدہ کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

② حجاب فی نفسہٖ زینت نہ ہو

جس لباس سے عورت اپنے جسم کو چھپائے ہوئے ہے وہ ایسا مزین و منقش اور جاذب نظر نہ ہو کہ دیکھنے والوں کو دعوت نظارہ دے رہا ہو، بے غیرت اور بے حمیت لوگوں کو یہ کہنے کا موقع ہاتھ آ رہا ہو کہ جب ظاہر اتنا خوبصورت ہے تو اس کے اندر کی چیز کس قدر صاحبِ ذوق اور خوبصورت ہوگی، کیونکہ شریعت کا منشا یہ ہے کہ عورت اجنبی مردوں سے اپنی زینت کو چھپائے تاکہ مردوں کی توجہ عورتوں کی طرف نہ جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾ [1]

''اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔''

پھر اگر اس قدر مزین و منقش کپڑا پہنا گیا ہو جو اپنی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرے تو قرآن کا مقصد ادا نہیں ہوا، زینت سے متعلق مزید بحث آگے آ رہی ہے۔

---

[1] ٢٤/النور: ٣١۔

③ موٹا اور دبیز ہو

وہ لباس اس قدر باریک نہ ہو جس سے عورت کا جسم جھلک یا ظاہر ہو رہا ہو، یہ ظاہر ہونا خواہ حقیقی ہو یعنی کپڑا اس قدر شفاف ہو کہ اس کے پہننے سے اندر کا چمڑا نظر آ رہا ہو، یا باریک اگرچہ نہیں ہے لیکن ایسا کپڑا ہے کہ جسم پر چپک جائے تو جسم کے اندر کا چمڑا اگرچہ ظاہر نہ ہو لیکن جسم کے انگ انگ نمایاں اور فتنے میں مبتلا کر دینے والے اعضا واضح ہو رہے ہوں ذرا غور کریں کہ اس عورت کا چہرہ چھپانے سے کیا فائدہ جس کے برقعہ کی یہ کیفیت ہو کہ باریک ہونے کی وجہ سے اندر کے کپڑے، زیور حتی کہ سینے کے اتار چڑھاؤ واضح ہوں۔ (اس شکل کو زینت چھپانا نہیں کہتے بلکہ زینت کی طرف متوجہ کرنا کہتے ہیں۔)

اس سلسلہ میں سب سے واضح دلیل وہ حدیث نبوی ﷺ ہے جس میں بعض عورتوں کو کپڑا پہننے کے باوجود عریاں کہا گیا ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَمْ أَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَايَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَايَجِدْنَ رِيْحَهَا وَإِنَّ رِيْحَهَا لَتُوجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا)) [1]

"میری امت میں سے دو قسم کے لوگ ایسے ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا، ایسے لوگ جن کے ہاتھوں میں گائے کی دُم کی طرح موٹے موٹے چابک ہوں گے جن سے لوگوں کو ماریں گے۔ اور ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑا تو پہنے ہوئے ہوں گی لیکن فی الواقع برہنہ ہوں گی (غیر مردوں کو) اپنی طرف مائل کرنے والی اور ان کی طرف خود بھی مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹ کی کوہان کی طرح ناز و نخرے کے ساتھ ایک طرف مائل ہوں گے، وہ نہ تو جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی، حالانکہ اس کی خوشبو

---

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب النساء الکاسیات العاریات، ح: ۲۱۲۸ (۵۵۸۲)؛ سنن الکبریٰ للبیهقی: ۳۲۶۰۔

اتنی اتنی دوری سے محسوس کی جاتی ہے۔“

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایسی عورتوں کے بارے میں فرمایا:

((اِلْعَنُوْهُنَّ فَإِنَّهُنَّ مَلْعُوْنَاتٌ)) [1]

”ان پر لعنت بھیجو، اس لیے کہ وہ سب ملعون ہیں۔“

اس حدیث کے الفاظ ”کپڑا پہنے ہوں گی ...... عریاں ہوں گی“ کی ایک تفسیر اہلِ علم نے یہ کی ہے کہ وہ ایسا لباس پہنے ہوں گی جس سے قابلِ ستر حصہ چھپا نہ ہوگا جس طرح کہ آج کل بہت سی عورتیں فیشنی برقعہ پہنتی ہیں جس سے ان کا چہرہ اور سر وغیرہ کھلا رہتا ہے۔ بعض برقعے ایسے بھی دیکھے گئے ہیں کہ دائیں بائیں نیچے کی طرف سے اس طرح کھلے رہتے ہیں کہ چلتے وقت پاؤں اور اندر کے کپڑے ظاہر ہو جاتے ہیں، اس طرح بعض ایسی برقعہ پوش عورتیں دیکھی گئی ہیں کہ ان کا چہرہ تو چھپا ہوا ہے، البتہ پیچھے سے زُلفوں کی لٹیں بالکل ظاہر رہتی ہیں، یہ تو برقعہ پوش عورتوں کا حال ہے، البتہ وہ عورتیں جو برقعہ سے آزاد ہوتی ہیں ان میں سے اکثر عورتوں کی کیفیت تو یہ ہوتی ہے کہ ان کے جسم کا لباس بظاہر تو کئی کپڑوں پر مشتمل ہوتا ہے لیکن سر، سینہ، پیٹ، حتی کہ جسم کا اکثر حصہ کھلا ہوتا ہے یا ہر طرح پہچانا جاتا ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ کی مراد ان سے وہ عورتیں ہیں جو ایسے باریک لباس پہنتی ہیں جس سے اندر کی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں، بظاہر تو یہ کپڑا پہنتی ہیں لیکن فی الواقع وہ برہنہ ہیں۔“

آپ ﷺ کے مذکورہ فرمان کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اپنے دوپٹے کو (سر پر ڈال کر یا گردن میں ڈال کر) پیچھے لٹکا لیتی ہیں جس سے ان کے سینے کھلے رہتے ہیں یہ عورتیں کپڑا پہننے کے باوجود برہنہ ہیں، اس لیے کہ ان کا پورا جسم چھپا ہوا نہیں ہے۔

---

[1] **صحیح**، مسند احمد: ۱۱/ ٦٥٤، ح: ۷۰۸۳؛ صحیح ابن حبان: ۵۷۵۳؛ سلسلة الصحيحة: ۲٦۸۳۔

اور ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں سے تو مالا مال ہیں لیکن شکر سے عاری ہیں، واضح رہے کہ پہلا مفہوم یا تفسیر ہی زیادہ صحیح ہے۔ [1]

خلاصہ یہ کہ ہر وہ کپڑا جو ایسا باریک ہو جس سے اندر کا جسم ظاہر ہو یا موٹا ہونے کے باوجود جسم سے اس طرح چپک جائے کہ جسم کی ساخت اور پیچ وخم ظاہر ہوں، اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔

④ کشادہ ہو تنگ نہ ہو

شرعی پردہ کے لیے اہل علم نے ایک شرط یہ بھی رکھی ہے کہ وہ لباس ڈھیلا ڈھالا ہو جسم پر ایسا تنگ نہ ہو کہ اس سے جسم کے پیچ وخم ظاہر ہوں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو قبطی کپڑے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بطور ہدیہ بھیجے تھے، ان میں سے ایک موٹی چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھی عنایت فرمائی جسے میں نے اپنی بیوی کو پہننے کے لیے دے دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ جو چادر میں نے تمہیں دی تھی اسے استعمال کیوں نہیں کیا؟ میں نے عرض کیا: اسے میں نے اپنی بیوی کو دے دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مُرْهَا فَلْتَجْعَلْ تَحْتَهَا غِلَالَةً فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ تَصِفَ حَجْمَ عِظَامِهَا)) [2]

"اسے کہہ دو کہ اس کے نیچے کوئی استر لگا لے، کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ اس سے اس کے جسم کی ساخت ظاہر ہوگی۔"

وجہ استدلال یہ ہے کہ جس کپڑے سے جسم کی ساخت اور اس کا اتار چڑھاؤ ظاہر ہو وہ عورت کے لیے جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اتنا تنگ کپڑا پہنا گیا ہو جو جسم پر اس قدر فٹ ہو کہ عورت کی کمر، سینہ، اور دوسرے اعضا ظاہر ہو رہے ہوں تو ان کا پہننا ہی جائز نہ ہوگا جیسا کہ آج کل نت نئے ڈیزائین اور کٹنگ کے برقعے جو بازاروں میں دستیاب ہیں وہ جسم پر بالکل فٹ اور اس قدر تنگ ہوتے ہیں کہ ان سے عورت کے جسم کے وہ حصے نمایاں رہتے

---

[1] شرح السنة: ١٠/ ٢٧٢، نیز دیکھیے: احکام القران لابن العربی: ٣/١٤٠؛ التمهيد لابن عبدالبر: ١٣/٢٠٤۔

[2] **حسن**، مسند احمد: ٣٦/ ١٢٠، ح: ٢١٧٨٦؛ سنن الكبرىٰ للبيهقي: ٣٢٦٢۔

ہیں جن سے مردوں کے فتنے میں پڑنے کا خوف ہے، ایسے برقعے قطعاً جائز نہیں ہیں۔

⑤ خوشبو دار اور عطر بیز نہ ہو

خوشبو کے اندر عجیب قسم کی کشش ہوتی ہے۔ بعض خوشبوئیں شہوت ابھارتی اور بعض مزاج میں نشاط پیدا کرتی ہیں، اسی وجہ سے شریعت نے عورتوں کو باہر نکلتے وقت خوشبو کے استعمال سے منع کیا ہے، اسی بنیاد پر علمانے شرعی پردہ کی شرائط میں ایک شرط یہ رکھی ہے کہ وہ لباس عطر بیز نہ ہو، ایسا نہ ہو کہ عورت اپنے آپ کو مکمل طور پر چھپائے ہوئے ہو حتیٰ کہ اس کی آنکھیں بھی نظر نہ آ رہی ہوں لیکن اپنے برقعہ یا نقاب کو عطر، سینٹ یا بخور ودھونی وغیرہ کے ذریعے سے معطر کیے ہو، کیونکہ اس صورت میں پردے کا مقصد حاصل نہیں ہوتا شریعت نے بڑی سختی کے ساتھ عورتوں کو اس سے منع فرمایا ہے، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے:

((أَيُّمَا امْرَأَةٍ اِسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلٰى قَوْمٍ لِيَجِدُوْا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ)) [1]

"جو کوئی عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرے تاکہ لوگ اس کی خوشبو محسوس کریں تو ایسی عورت زانیہ (یعنی زنا کو دعوت دینے والی) ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کی ہلاکت اور فتنے میں واقع ہونے کا سب سے اہم سبب اسی چیز کو قرار دیا ہے، چنانچہ ایک بار آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ فَاتَّقُوْهَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ)) [2]

"دنیا ہری بھری اور میٹھی ہے، تمہیں چاہیے کہ تم اس دنیا سے بچتے رہو اور عورتوں سے بھی بچتے رہو۔" (کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کے ذریعے سے ہی اٹھا)

پھر آپ ﷺ نے بنو اسرائیل کی تین عورتوں کا ذکر فرمایا:

((اِمْرَأَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ تُعْرَفَانِ وَامْرَأَةٌ قَصِيْرَةٌ لَا تُعْرَفُ، فَاتَّخَذَتْ

---

[1] **صحیح**، مسند احمد: ۳۲/ ۴۸۳، ح: ۱۹۷۱۱؛ سنن ابی داود: ۴۱۷۳۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب اکثر اھل الجنة...، ح: ۲۷۴۲ (۶۹۴۸)؛ صحیح ابن حبان: ۵۵۹۱۔

رِجْلَيْنِ مِنْ خَشَبٍ وَصَاغَتْ خَاتَمًا فَحَشَتْهُ مِنْ أَطْيَبِ الطِّيْبِ الْمِسْكَ وَجَعَلَتْ لَهُ غَلْقًا فَإِذَا مَرَّتْ بِالْمَلَإِ أَوْ بِالْمَجْلِسِ قَالَتْ بِهِ فَفَتَحَتْهُ فَفَاحَتْ رِيحُهُ)) ❶

''بنواسرائیل میں تین عورتیں تھیں (جو ایک ساتھ باہر نکلتی تھیں) ان میں سے دو عورتیں لمبی تھی جو از خود نمایاں تھیں، البتہ تیسری عورت کوتاہ قد تھی جو ان دونوں کے درمیان چھپ جاتی تھی، چنانچہ اس نے لکڑی کے دو پیر بنوائے (جس سے اس کی اونچائی بڑھ گئی) اور ایک انگوٹھی بنوائی اور اس میں اچھی سے اچھی خوشبو یعنی مشک بھر دی اور اس پر ایک ڈھکن لگا لیا، پھر جب وہ باہر نکلتی اور کسی مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے پاس سے گزرتی تو انگوٹھی کے ڈھکن کو کھول کر حرکت دیتی اس طرح اس کی خوشبو پھیلتی (اور لوگوں کی توجہ اس کی طرف مبذول ہو جاتی اس طرح یہ تیسری عورت اپنی خوشبو کے ذریعے سے مردوں کے لیے فتنہ وفساد کا سامان بنی۔''

واضح رہے کہ انہیں دلائل کی بنیاد پر اہل علم نے عورتوں کے حق میں بھڑکیلی خوشبو لگا کر باہر نکلنے کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ ❷

⑥ مردوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو

حجاب شرعی کے سلسلہ میں اہل علم نے ایک شرط یہ بھی رکھی ہے کہ عورتوں کا لباس وحجاب مردوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو، ان کا جوتا، سینڈل حتیٰ کہ سر کا غطاء (اوڑھنی) مردوں کے مشابہ نہ ہو، ان کا برقعہ مردوں کی شیروانی کے مشابہ نہ ہو۔ ❸

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

---

❶ **صحیح**، صحیح ابن خزیمہ: ١٦٩٩، ٢/ ٩٩؛ صحیح ابن حبان: ٥٥٦٤، ٨/ ١٥٠؛ سلسلة الصحيحة: ٤٨٦۔ ❷ الزواجر: ٣٧٢۔

❸ اسی چیز کو بنیاد بنا کر سعودی عرب کے بعض علمانے عورتوں کے اس برقعہ کو ناجائز قرار دیا ہے، جو دو حصوں میں اس طرح بٹا ہوا ہوتا ہے کہ کندھے سے لے کر پیر تک کے لیے ایک جز اور چہرہ اور سر کے لیے دوسرا جز کیونکہ ان کے نزدیک یہ برقعہ مردوں کی بشت کے مشابہ ہے۔ (بشت وہ بڑا کپڑا ہے جسے سعودیہ کی بڑی شخصیات معمول کے کپڑوں کے اوپر سے پہنتی ہیں۔)

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِالرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ وَمَنْ تَشَبَّهَ بِالنِّسَآءِ مِنَ الرِّجَالِ)) ❶

''وہ عورتیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں وہ ہم میں سے نہیں ہیں اور جو مرد عورتوں کی مشابہت اختیار کریں وہ بھی ہم میں سے نہیں ہیں۔''

ایک اور حدیث میں ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّجُلَ يَلْبِسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ)) ❷

''رسول اللہ ﷺ نے اس مرد کو ملعون قرار دیا ہے۔ جو عورتوں کا سا لباس پہنتا ہے اور اس عورت کو بھی ملعون قرار دیا ہے جو مردوں کا سا لباس پہنتی ہے۔''

⑦ کافر عورتوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) ❸

''جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے اس کا شمار اسی کے ساتھ ہوتا ہے۔''

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما پیلے رنگ کا جوڑا پہن کر خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ هٰذِهٖ ثِيَابُ الْكُفَّارِ لَا تَلْبَسْهَا)) ❹

''یہ کافروں کا لباس ہے، اسے مت پہنو۔''

ان دونوں حدیثوں اور متعدد آیات واحادیث کی روشنی میں علمائے کرام نے شرعی حجاب ولباس کی ایک شرط یہ بھی رکھی ہے کہ وہ لباس کافر عورتوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو، بلکہ

---

❶ **صحیح**، مسند احمد: ۱۱/ ۴۶۲، ح: ۶۸۷۵۔ ❷ **صحیح**، سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، ح: ۴۰۹۸؛ صحیح ابن حبان: ۵۷۵۲۔

❸ **صحیح**، سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ح: ۴۰۳۱؛ مسند احمد: ۹/ ۱۲۳، ح: ۵۱۱۴۔ ❹ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب النهی عن لبس الرجل الثوب المعصفر، ح: ۲۰۷۷ (۵۴۳۴)۔

یہ حکم صرف کافرہ عورتوں ہی تک محدود نہیں ہے، بلکہ ایک مومن عورت کے لیے کسی فاسق وفاجر عورت کے ساتھ مشابہت بھی جائز نہ ہوگی، چنانچہ برقعہ، نقاب اور لباس کے وہ ڈیزائن وکٹنگ جو شریف زادیوں کی پہچان کی بجائے فلمی ایکٹرسوں، ٹی وی اداکاراؤں میں ہوں جن میں جسم چھپانے کے بجائے حسن دکھانے کی کوشش ہوتی ہے قطعاً صحیح نہ ہوں گے۔

مشابہت کے موضوع کو ہم نے تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب ''وفاداری و بیزاری'' میں واضح کر دیا ہے، اس کتاب کا مطالعہ کئی معنوں میں مفید ہوگا۔

⑨ لباس شہرت و نمائش نہ ہو

شرعی لباس و پردہ کے لیے علمائے کرام نے ایک شرط یہ بھی رکھی ہے کہ وہ لباسِ شہرت ونمائش نہ ہو۔ لباس شہرت کی تعریف علما یہ کرتے ہیں کہ ایسا لباس جس کے پہننے کا مقصد اپنے آپ کو عام لوگوں سے نمایاں کرنا ہو خواہ وہ عمدہ لباس ہو یا گھٹیا۔ [1]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا أَلْبَسَهُ اللَّهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ أَلْهَبَ فِيهِ نَارًا)) [2]

''جو شخص دنیا میں شہرت کی خاطر لباس پہنے گا، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا، پھر اس میں آگ کو بھڑکا دے گا۔''

یہ حدیث صراحتاً اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ایسا لباس یا برقعہ قطعاً جائز نہیں ہے جس کے پہننے کا مقصد اپنے آپ کو عورتوں سے ممتاز کرنا ہو، خواہ یہ تمیز رنگ کے طور پر ہو، کٹنگ کے طور پر ہو یا کسی اور چیز میں، بہر صورت حرمت میں داخل ہوگا۔

ثانیاً: پردہ کن مردوں سے؟

بالعموم مسلم دنیا میں پردے کی اہمیت ختم ہوتی جارہی ہے، بلکہ اسے دقیانوسی قرار دیا جا رہا ہے، پھر بھی جن گھروں میں کسی حد تک دین سے تعلق قائم ہے ان کے یہاں بھی ایک بہت

---

[1] نیل الاوطار: ۲/ ۹۴۔ [2] **صحیح**، سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ح: ۴۰۲۹، ۴۰۳۰؛ ابن ماجه: ۳۶۰۶۔

بڑی غلطی یہ ہوتی ہے کہ بہت سے وہ مرد جو شریعت کی نظر میں غیر محرم واجنبی ہیں اور ان سے پردہ لازمی اور تاکیدی ہے لیکن بعض اجتماعی اور معاشرتی عادات وحاجات کی وجہ سے عورتیں ان سے پردہ نہیں کرتیں یا یہ کہیے کہ نہیں کر پاتیں، بلکہ بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ لاعلمی کی وجہ سے بہت سے مرد وعورت یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ پردہ کے حکم میں یہ لوگ داخل ہی نہیں ہیں، لہٰذا پردے کی کیا ضرورت؟ اس لیے یہاں ان افراد کی وضاحت کی جارہی ہے جن سے پردہ نہیں ہے یا جن کے سامنے عورت کا اپنی زینت ظاہر کرنا جائز ہے۔ چنانچہ وہ مرد جن سے پردہ نہیں ہے وہ یہ ہیں:

① شوہر

② باپ، اس حکم میں دادا اور پردادا بھی داخل ہیں۔

③ بھائی خواہ سگا بھائی ہو یا ماں کی طرف سے یا باپ کی طرف سے۔

④ سسر، اس حکم میں سسر کا باپ بھی داخل ہے۔

⑤ داماد۔

⑥ بیٹا، اس حکم میں پوتا پڑپوتا وغیرہ بھی داخل ہیں، شوہر کا بیٹا بھی یہی حکم رکھتا ہے۔

⑦ بھتیجا، اس حکم میں بھتیجے اور بھتیجی کی اولاد بھی داخل ہے۔

⑧ بھانجا، اس حکم میں بھانجے اور بھانجی کی اولاد بھی داخل ہے۔

⑨ چچا۔

⑩ ماموں۔

⑪ نانا۔ (مذکورہ رشتے خواہ نسبی ہوں یا رضاعی دونوں کا ایک ہی حکم ہے)

⑫ مسلمان عورتیں یا میل جول کی عورتیں۔

اس شرط سے کافر اور غیر معروف کردار کی عورتیں خارج ہو جاتی ہیں، البتہ کافر عورتوں سے پردہ میں وہ سختی نہیں ہے جو سختی اجنبی مردوں سے ہے۔ یعنی ان کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کھولا جا سکتا ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں وارد ہے کہ یہودی عورتیں ان کے پاس آیا کرتی تھیں اور ان کے چہرے اور ہاتھوں وغیرہ کو دیکھا کرتی تھیں، البتہ مردوں کو

اس کی اجازت نہ تھی۔ [1]

⑬ وہ نابالغ بچے جو ابھی عورتوں کی پردہ کی باتوں سے واقف نہیں ہیں۔

بہت سے علمانے اس کی تحدید تقریباً دس سال، بارہ سال کی ہے۔یعنی بچہ جب اس عمر کو پہنچ جائے تو اس سے پردہ ضروری ہے۔

⑭ وہ مرد جن میں جنسی شہوت نہ ہو۔خواہ وہ فطری طور پر جنسی شہوت نہ رکھتے ہوں یا کسی وجہ سے شہوت کھو بیٹھے ہوں۔

⑮ زرخرید غلام۔

اس فہرست میں مذکور مردوں کے علاوہ تمام مرد غیر محرم واجنبی کے حکم میں ہیں اور ان سے پردہ ضروری ہے،لیکن جہالت، رواج کی مجبوری اور لاپروائی کی وجہ سے عورتیں عمومی طور پر بعض غیر محرم رشتہ داروں سے پردہ نہیں کرتیں جیسے ''دیور، جیٹھ، خالو، پھوپھا، بہنوئی وغیرہ'' ان رشتہ داروں کے بارے میں لوگ سمجھتے ہیں کہ ان سے پردہ ضروری نہیں ہے حتیٰ کہ بعض دینی گھرانے اور شریعت کے پابند حضرات بھی اس سلسلہ میں شرعی حدود کے پابند نہیں رہتے،جس کی وجہ سے بہت سے گھرانے اجڑتے اور بگڑتے دیکھے گئے ہیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ)) [2]

''حمو،موت ہے۔''

''حمو'' شوہر کے قریبی مرد رشتہ داروں کو کہتے ہیں۔اس سلسلہ میں تساہل سے کام لینے والے حضرات وخواتین سے گزارش ہے کہ ایک طرف تو وہ اس مذکورہ فرمان نبوی ﷺ پر غور کریں اور دوسری طرف ان سیکڑوں واقعات سے عبرت حاصل کریں جو ان کے اردگرد پیش آتے رہتے ہیں۔

---

[1] دیکھیے: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب کا اردو ترجمہ 'مسلمان عورت کا پردہ' ص ۱۷، ۱۸ یعنی غیر محرم رشتہ دار جیسی بے تکلفی اور نہ ہی مردوں جیسی احتیاط بلکہ درمیانہ راستہ۔

[2] متفق علیہ بروایت عقبہ رضی اللہ عنہ، یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

ثالثاً

ہمارے پاک وہند میں بعض علاقوں کی اکثر عورتیں سمجھتی ہیں کہ پردے کا تعلق سسرالی خاندان اور حالتِ سفر سے ہے، اسی لیے عموماً دیکھا جاتا ہے کہ عورت جب اپنے میکے میں رہتی ہے تو پردے کا وہ اہتمام نہیں کرتی جو اپنے سسرال میں جا کر کرتی ہے بلکہ میکے میں پاس پڑوس کے گھروں میں آتے جاتے برقعہ اور چادر اوڑھنے کا اہتمام نہیں کرتی اور بعض عورتیں اس میں شرم بھی محسوس کرتی ہیں، اسی طرح اپنے چچازاد بھائی، ماموں زاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی، خالہ زاد بھائی جیسے رشتہ داروں سے پردہ نہیں کرتیں حتیٰ کہ اپنے میکے میں رہتے ہوئے مزدوروں اور غیر مسلم افراد سے بھی پردہ نہیں کرتیں، لیکن جب کسی عورت کو معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص میرے سسرال سے تعلق رکھتا ہے تو اس سے حددرجہ پردے کا اہتمام کرتی ہے، بلکہ باعث تعجب یہ ہے کہ بہت سی جاہل عورتیں اپنے جیٹھ اور دیور سے تو پردہ نہیں کرتیں، لیکن اپنے سسر سے مکمل پردہ کرتی ہیں۔

اسی طرح بہت سے مردوں اور عورتوں میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ جس مرد سے بچپن سے پردہ نہیں رہا بڑے ہونے کے بعد بھی اس سے پردہ نہیں ہے۔

یہ تمام تصورات غلط اور جاہلانا ہیں اور بہت سے گھرانوں کے ویران ہونے کا سبب بنتے ہیں لہٰذا تمام غیر محرموں سے پردہ ضروری ہے، خواہ ہمارے رسم ورواج کیسے ہی رہے ہوں، بات رشتے کی نہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہے، اسی میں حفاظت اور اسی میں نجات ہے۔

رابعاً

اسلام نے عورت کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ بعض رشتہ داروں کے سامنے زینت کا اظہار کرسکتی ہے، اب سوال یہ ہے کہ اظہار زینت کی حدود کیا ہیں؟

بڑے ہی اختصار کے ساتھ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سلسلہ میں مردوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

① شوہر

اپنے شوہر کے سامنے عورت اپنی مکمل زینت کا اظہار کرسکتی ہے، کیونکہ میاں بیوی کے درمیان کسی بھی چیز کا پردہ نہیں ہے۔

② عام محارم کے سامنے عورت کا اظہارِ زینت

عام محارم کے سامنے عورت اپنی اس زینت کو ظاہر کرسکتی ہے جو کام کاج کے وقت ظاہر کرنا عادتاً ضروری و مجبوری ہوتا ہے، حسبِ ضرورت سر، کسی حد تک گلا، کلائیاں اور پنڈلیاں، نیز ان اعضاء میں پہنے ہوئے زیور۔ [1]

واضح رہے کہ آج کل ہمارے گھروں میں جو ماڈل اور ڈیزائن کے نام پر عریانیت پائی جارہی ہے کہ عورتیں اپنے جسم کا کافی حصہ بلاضرورت کھلا رکھتی ہیں، یا ایسا لباس پہنتی ہیں جو جسم پر اس قدر تنگ ہوتا ہے کہ مردوں کو فتنے میں ڈالنے کے لیے کافی ہوتا ہے، ایسے تمام قسم کے لباس کا استعمال کسی طرح جائز نہیں ہے، بلکہ حق یہ ہے کہ آج کل ہمارے معاشرہ میں محارم کے ساتھ زنا کے جو واقعات کثرت سے پیش آرہے ہیں، اس کی ایک بہت بڑی وجہ یہی عریانیت اور عورتوں کا اپنی پوشیدہ زینت کو ظاہر کرنا ہے، بالخصوص جن مشترکہ گھروں میں کنوارے مرد موجود ہوں، وہاں ایسے فتنے کا شدید خطرہ ہوتا ہے، خواہ وہ شرعی محرم ہی کیوں نہ ہوں۔

③ عورت کے سامنے عورت کا اظہارِ زینت

اس سلسلہ میں عام تصور یہ پایا جاتا ہے کہ عورت کا ستر عورت کے سامنے وہی ہے جو ایک مرد کا دوسرے مرد کے سامنے ہے، یعنی گھٹنے سے لے کر ناف تک، لیکن یہ تصور صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن نے جہاں عورتوں کے سامنے اظہار زینت کی اجازت دی ہے اس سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

اول: عورتوں کو عام نہیں رکھا ہے بلکہ جن عورتوں کے سامنے اظہار زینت کی اجازت ہے وہ خاص عورتیں ہیں یعنی مسلمان اور میل جول رکھنے والی عورتیں جن کے اخلاق و عادات سے

[1] دیکھیے: سعودی عرب کے مقتدر علما کی کمیٹی کا فتویٰ، مجلة البحوث الإسلامية، ٢٤/ ٧٥۔

واقفیت ہو۔

دوم: ان مخصوص عورتوں کے سامنے اظہار زینت کی اجازت اسی سلسلہ کلام میں وارد ہے جس میں محارم کے سامنے اظہار زینت کی اجازت ہے۔لہٰذا ایک عورت کو عورتوں کے سامنے اپنی اسی زینت کے اظہار کی اجازت ہوگی جو عام محارم کے سامنے ہے، اس سے بڑھ کر مزید باطنی زینت کا اظہار جیسے سینہ، پیٹ اور ران وغیرہ کا عام عورتوں کے سامنے بھی اظہار جائز نہ ہوگا۔

سعودی عرب کے مقتدر علما کی کمیٹی کا یہی فتویٰ ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اپنی ایک کیسٹ (خطاب) میں اس موضوع کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور اسی رائے کو راجح قرار دیا ہے۔

قارئین کرام! پردہ اور اس کی شرائط سے متعلق یہ چند باتیں مختصراً بیان ہوئی ہیں، شرعی پردہ کے لیے ان کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے اور ایسے ہی پردہ کی صورت میں عورت اپنی عزت وعصمت کی حفاظت کرسکتی ہے اور شرعی حدود کے مطابق حکم پر عمل پیرا ہونے میں جس قدر کمی واقع ہوتی جائے گی، اس کا دامن عصمت وعفت اسی قدر خطرے سے دو چار ہوتا جائے گا۔

یہ وہ حقائق ہیں جن کا اعتراف آج پردے کے مخالف حضرات بھی کررہے ہیں، چنانچہ سعودی عرب کے اردو روزنامہ اخبار ''اردو نیوز'' بروز جمعہ ۲۴ جون ۲۰۰۵ء میں یہ خبر چھپی کہ ممبئی یونیورسٹی کی انتظامیہ نے یونیورسٹی میں تہذیب اور شائستگی کو فروغ دینے کے لیے تمام طالبات کو منی اسکرٹس، شرٹس اور دوسرے غیر شائستہ ملبوسات کے استعمال سے منع کردیا ہے اور کہا ہے کہ اس طرح وہ مردوں کی دست درازیوں اور زیادتیوں سے محفوظ رہیں گی۔ ممبئی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ''وجے کھوسے'' کا کہنا ہے کہ طالبات کا لباس ایسا ہونا چاہیے کہ اس کو پہن کر نہ صرف خود شائستہ، مہذب اور متمدّن نظر آئیں بلکہ ساتھی طلبہ اور اساتذہ کی نظریں بھی نہ بھٹکیں، یونیورسٹی حکام کا کہنا ہے کہ وہ طالبات کو روایتی شلوار قمیص پہننے کا مشورہ دیتے ہیں۔

اسی طرح سعودیہ کے مشہور اخبار ''الریاض'' بروز بدھ مطابق ۲۱/۱۰/۱۴۲۶ھ میں ایک خبر چھپی جس کا عنوان تھا کہ ''برطانیہ میں رائے شماری کے مطابق زنا بالجبر کی بہت بڑی

ذمہ داری عورتوں پر آتی ہے۔" پھر اس کے تحت لکھا تھا کہ دونوں گروپوں کی رائے شماری کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زنا بالجبر کے جو واقعات آئے دن پیش آتے ہیں ان میں قابلِ ملامت خود عورتیں ہیں، کیونکہ وہ جب نشہ آور مشروبات استعمال کرتی ہیں اور ایسے حیا سوز لباس پہنتی ہیں جن سے ان کے فتنوں کی جگہیں ظاہر ہوتی ہیں تو وہ مردوں کی ہوس کا شکار بنتی ہیں۔

قارئین کرام! یہ ہیں وہ اخباری اور میدانی شہادتیں جن میں دو وجہیں بڑے واضح طور پر بیان ہوئی ہیں: اول یہ کہ غیر شائستہ لباس کی وجہ سے عورتیں مردوں کی ہوس کا شکار بنتی ہیں۔ دوم یہ کہ اس کی مکمل ذمہ داری لڑکیوں پر ڈالی گئی ہے۔

البتہ میں یہ کہتا ہوں کہ اس بارے میں سب سے بڑی ذمہ داری والدین اور سرپرستوں پر آتی ہے کہ ان حضرات نے صحیح نہج پر لڑکیوں کی پرورش نہیں کی، نہ انہیں صحیح تعلیم اور ہدایات سے نوازا اور عفت وعصمت کا درس دیا، اور نہ ہی بتایا گیا کہ عصمت وعفت کے ڈاکو کون کون سے لوگ ہیں؟ کیونکہ عورتیں فطری طور پر کمزور، کم عقل اور جذباتی ہوا کرتی ہیں، وہ اپنے نقصان کے بارے میں صحیح اندازہ نہیں لگا سکتیں۔ لہٰذا اصل ذمہ دار ان کے والدین اور سرپرست حضرات ہیں نہ کہ لڑکیاں اور عورتیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ ﴾ [1]

"مرد عورتوں پر حاکم ونگران ہیں۔"

خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں [2]

عورتوں کی عصمت وعفت کی حفاظت اور معاشرے کو فواحش ومنکرات سے بچانے کے لیے شریعت نے ایک اصول یہ بھی رکھا ہے کہ عورتیں خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں کیونکہ خوشبو عموماً جنسی جذبات وشہوت کو ابھارتی اور مردوں کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرتی ہے، خصوصاً بعض قسم کی خوشبوئیں ایسی ہوتی ہیں جو جنسی جذبات کے بھڑکانے کی عجیب تاثیر رکھتی ہیں، اس لیے ایسی ہر عورت پر سخت وعید آئی ہے جو خوشبو لگا کر باہر نکلتی ہے چنانچہ حدیث میں ایسی

---

[1] ٤/النساء: ٣٤۔ [2] شرعی پردہ کی شرائط میں جس خوشبو کا ذکر آیا ہے اس سے یہ عام ہے، کیونکہ اس کا تعلق خاص حجاب کو معطر کرنے سے ہے اور یہ موضوع جسم یا عام کپڑوں کو معطر کرنے سے متعلق ہے، اس لیے کسی کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ مضمون میں تکرار ہے، اسی پر بعد کے عنوان کو بھی سمجھ لینا چاہیے۔

عورت کو زانیہ یعنی زنا کی طرف دعوت دینے والی کہا گیا ہے۔ ❶ اور مسجد جہاں حاضری کے لیے زینت اختیار کرنے کا حکم قرآن میں ہے اور رسول اللہ ﷺ نے مسجد کو پاک صاف اور خوشبو سے معطر رکھنے کا حکم دیا ہے، ❷ وہاں حاضری کے لیے بھی عورتوں کو خوشبو سے سختی کے ساتھ روکا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((إِذَا خَرَجَتْ إِحْدَاكُنَّ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا تَقْرُبَنَّ طِيبًا)) ❸

''تم میں سے جو کوئی عورت مسجد کے لیے نکلے تو وہ خوشبو کے قریب بھی نہ پھٹکے۔''

حضرت موسیٰ بن یسار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ایک ایسی عورت کا گزر ہوا جس سے خوشبو پھیل رہی تھی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: اے ''جبار'' کی بیٹی! کیا تو مسجد کا ارادہ رکھتی ہے؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا: کیا تو نے اس کے لیے خوشبو لگا رکھی ہے؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں، میں نے مسجد میں حاضر ہونے کے لیے ہی خوشبو لگائی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: واپس جاؤ اور غسل کر کے آؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((مَا مِنِ امْرَأَةٍ تَخْرُجُ إِلَى الْمَسْجِدِ تَعْصِفُ رِيحُهَا فَيَقْبَلُ اللَّهُ صَلٰوةً حَتَّى تَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهَا فَتَغْتَسِلَ غُسْلَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ)) ❹

''جو عورت بھی مسجد کے لیے نکلے اور اس نے ایسی خوشبو لگا رکھی ہو جو پھیل رہی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں فرماتا جب تک وہ واپس جا کر جنابت کی طرح (اچھی طرح) غسل نہ کر لے۔''

---

❶ سنن ابوداود وغیرہ کے حوالہ سے یہ حدیث گزر چکی ہے۔

❷ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ''محلوں'' میں مسجد بنانے، انہیں پاک وصاف رکھنے اور معطر کرنے کا حکم دیا۔ (سنن ابوداود: ٤٥٥، الصلوٰة ، سنن ابن ماجه: ٧٥٨، المساجد، مسند احمد: ٦/ ٢٧٩ دیکھئے صحيح الترغيب: ١/ ٢٣١۔

❸ صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب خروج النساء الى المساجد...، ح: ٤٤٣ (٩٩٦)، سلسلة الصحيحة: ١٠٩٤ بروایت زینب الثقفیہ رضی اللہ عنہا۔

❹ **صحيح**، سنن ابى داود، كتاب اللباس، باب في طيب المرأة للخروج، ح: ٤١٧٤، سنن الكبرىٰ للبيهقي: ٥٣٧٥۔

یہیں سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ جب مسجد میں آنے کے لیے خوشبو کا استعمال جائز نہیں ہے تو بازاروں، پارکوں، عام محفلوں اور دفتروں میں خوشبو لگا کر جانا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

مجھے ایک ایسے نوجوان کے بارے میں بتلایا گیا جو اپنی بڑی بہن کے گھر میں رہائش پذیر تھا، اور صبح کو جب کالج جانے لگتا تو اپنی گاڑی سے اپنی نوعمر بھانجی کو بھی سکول پہنچا دیتا تھا، ایک دن راستے میں شیطان کے ورغلانے سے اس نے بھانجی سے چھیڑ خانی کی، بھانجی نے واپس آ کر یہ قصہ اپنی ماں کو بتلا دیا، ماں کو ایک طرف حیرت اور دوسری طرف سخت غصہ آیا کہ اس نوجوان نے کس قدر بے غیرتی اور نمک حرامی کا ثبوت دیا، کیونکہ اولاً تو وہ اس کی بھانجی تھی، دوسرا اس کے گھر میں رہائش پذیر تھا، چنانچہ ماں نے اپنے چھوٹے بھائی کو غیرت وشرم کا حوالہ دے کر کہا کہ تم نے یہ کیا کیا؟ اپنے گھر میں رکھنے کا تم نے مجھے یہی صلہ دیا؟ اس نوجوان نے جو جواب دیا تھا، اس سے ہر ماں باپ کو عبرت حاصل کرنی چاہیے، اس نے کہا: اس میں میری کوئی غلطی نہیں ہے، غلطی آپ ماں بیٹی کی ہے کہ جب ہر صبح آپ اسے اچھی طرح سے مزین کر کے اور عمدہ خوشبو لگا کر رخصت کرتی ہیں تو اس کے انجام پر توجہ کیوں نہیں دیتیں؟

⑧ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں

زینت سے مراد بناؤ سنگھار اور آرائش ہے جیسے زیور، خوبصورت لباس یا اسی طرح کی باقی چیزیں جن کا استعمال عورتیں اپنے حسن و جمال میں مزید نکھار پیدا کرنے کے لیے کرتی ہیں۔

بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ عورت اگر سادی اور طبعی حالت پر ہے تو اس کی طرف لوگوں کی توجہ کم ہوتی ہے، جبکہ دوسری عورت خواہ خوبصورت نہ ہو لیکن اگر اس نے اپنے آپ کو بناوٹی حسن سے مزین کر رکھا ہے تو لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جاتی ہے، اس لیے شریعت نے عورت کو اظہار زینت سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ﴾ [1]

”اور سابق دورِ جاہلیت کی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔“

اس آیت میں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کو تبرج سے روکا گیا ہے اور انہیں کے واسطے

---

[1] الاحزاب:۳۳/۳۳۔

سے تمام مسلمان عورتوں کو یہ پیغام دیا گیا ہے کہ جس طرح زمانہ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ نکلتی تھیں، ان کے چہرے اور سر کھلے ہوتے تھے، ان کے سینے پر دوپٹے کا آنچل نہیں ہوتا تھا ان کا گریبان کھلا اور سینے کا بالائی حصہ ظاہر رہا کرتا تھا، ان کی پوشیدہ زینتیں ظاہر رہا کرتی تھیں، اب اسلام کے آجانے کے بعد ایسا نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اگر باہر نکلنا ہے تو آداب پردہ کا لحاظ کر کے ہر قسم کے ظاہری بناؤ سنگھار سے پرہیز کرتے ہوئے نکلنا چاہیے۔

علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ تبرّج یہ ہے کہ عورت اپنی وہ زینت و جمال اور خوبصورتی جس کا چھپانا واجب ہے، ظاہر کر دے جس کے دیکھنے سے مردوں کی شہوت ابھرتی ہو۔

اور ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ﴾ [1]

''اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں، وہ اپنی زینت نہ ظاہر کریں مگر ان لوگوں کے سامنے: شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے اپنے میل جول کی عورتیں، اپنے مملوک، زیردست مرد جو شہوت نہ رکھتے ہوں، اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں۔''

مذکورہ آیت میں دو قسم کی زینت کا ذکر آیا ہے:

① ایک وہ زینت جس کا چھپانا مشکل ترین کام ہے جیسے کپڑے، راستہ دیکھنے کے لیے آنکھ، لین دین کے لیے ہتھیلی اور چلتے وقت پاؤں وغیرہ۔ اسی حکم میں آنکھوں کا سرمہ، انگلی کی

---

[1] ۲٤/النور:۳۱۔

انگوٹھی اور ہاتھ کی مہندی وغیرہ بھی داخل ہے۔

② دوسری وہ زینت جسے صرف محرم مردوں یا زرخرید غلاموں وغیرہ کے سامنے ظاہر کرنے کی اجازت ہے، جیسے کلائی اور اس کی چوڑیاں، چہرہ اور کان وغیرہ کے زیور وغیرہ۔

جہاں تک پہلی زینت کا تعلق ہے تو اس کا اظہار ایک ناگزیر ضرورت ہے اور شرعی طور پر اس کے ظاہر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ ایسے موقعوں پر مردوں کو حکم ہے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اسے بچائیں۔ اور جہاں تک دوسری زینت کا تعلق ہے غیر محرم واجنبی مردوں کے سامنے اس کے اظہار کی اجازت نہیں ہے۔ وہ غیر محرم مرد خواہ عزیز واقارب ہوں، دوست وساتھی ہوں یا کوئی اور۔

یہ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ بعض عورتیں اپنا چہرہ تو چھپائے ہوتی ہیں لیکن ان کی کلائی اور اس میں پہنا ہوا زیور ظاہر اور لوگوں کو دعوت نظارہ دے رہا ہوتا ہے، اسی طرح بعض عورتیں اپنا چہرہ چھپائے ہوتی ہیں لیکن ان کا برقعہ اس قدر تنگ ہوتا ہے کہ ان کے انگ انگ خاص کر سینہ اور کمر واضح رہتے ہیں، اسی طرح بعض عورتیں اپنے چہرے پر پردہ کیے رہتی ہیں لیکن پیچھے سے ان کے بال صاف ظاہر رہتے ہیں وغیرہ۔ اسی طرح بعض عورتیں اپنے چہرے کو چھپائے رکھنے کے باوجود ''اظہار زینت'' کے گناہ کا رتکاب کرتی ہیں، حالانکہ یہ ایسی اہم چیز ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بسا اوقات صحابیات رضی اللہ عنہن سے ان باتوں پر بیعت لی تھی اور انہیں خصوصی حکم دیا تھا کہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کرتی پھریں گی۔

چنانچہ مسند احمد میں حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب وہ اسلام پر بیعت کے لیے خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أُبَايِعُكِ عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكِيْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقِيْ، وَلَا تَزْنِيْ وَلَا تَقْتُلِيْ وَلَدَكِ وَلَا تَأْتِيْ بِبُهْتَانٍ تَفْتَرِيْنَهُ بَيْنَ يَدَيْكِ وَرِجْلَيْكِ وَلَا تَنُوْحِيْ وَلَا تَبَرَّجِيْ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلَى)) [1]

''میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، چوری

---

[1] **حسن**، مسند احمد: ١١/ ٤٣٧، ح: ٦٨٥٠؛ مسند الشامیین: ١٣٩٠۔

نہ کرنا، اپنے بچوں کو قتل نہ کرنا، اپنے ہاتھوں پیروں کے آگے کوئی بہتان نہ گھڑنا، نوحہ نہ کرنا، اور سابقہ جاہلیت کی سج دھج سے بچنا۔‘‘

⑨ پوشیدہ زینت کے اظہار پر پابندی

پوشیدہ زینت سے مراد ہر ایسی حرکت ہے کہ عورت پردہ یا آڑ میں رہنے کے باوجود مردوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لے، جیسے زیور کی آواز، سریلی آواز، پازیب اور چوڑیوں کی جھنکار وغیرہ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ﴾ [1]

’’اور زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔‘‘

اس حکم میں ہر وہ حرکت و آواز داخل ہے جس سے مردوں کی توجہ عورتوں کی طرف منتقل ہو جائے، جیسے اونچی سینڈل کی آواز، سریلی آواز، زیور کی جھنکار وغیرہ کیونکہ اس قسم کی ہر آواز سے فطری طور پر مرد اس آواز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور پھر مختلف قسم کے خیالات و جذبات دل میں انگڑائیاں لینے شروع کر دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے نماز میں امام کو متوجہ کرنے کے لیے عورتوں کو تسبیح (سبحان اللہ کہنے) کی بجائے تصفیق (یعنی ہتھیلی بجانے) کا حکم دیا ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((اَلتَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ)) [2]

’’مردوں کو سبحان اللہ کہنا چاہیے اور عورتوں کو ہتھیلی بجانی چاہیے۔‘‘

اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے علما کا کہنا ہے کہ عورتوں کے لیے اذان و اقامت مشروع نہیں ہے اور نہ ہی حج و عمرہ کے موقع پر مردوں کی موجودگی میں وہ بلند آواز سے تلبیہ پڑھے گی۔ قابل غور بات ہے کہ جب آذان و اقامت اور با آواز تلبیہ وغیرہ عورتوں کے لیے مشروع نہیں تو ان کا گانا گانا، غزل پڑھنا حمد و نعت پڑھنا، نیز لحن اور سریلی آواز سے لوگوں کے سامنے قرآن پڑھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

---

[1] ۲۴/النور:۳۱۔ [2] صحیح بخاری، کتاب العمل فی الصلاۃ، باب التصفیق للنساء، ح: ۱۲۰۳؛ صحیح مسلم: ۴۲۲ (۹۵۴)۔

⑩ بغیر محرم کے سفر پر پابندی

عورت فطری طور پر کمزور، جذباتی اور کم عقل پیدا کی گئی ہے اس لیے اس کی حفاظت ضروری اور فطری امر ہے، اس لیے مردوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عورتوں کی حفاظت اور ان کی نگرانی کریں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

خُلِقَ الرَّجُلُ مِنَ الْأَرْضِ فَجُعِلَتْ نَهْمَتُهُ الْأَرْضَ وَخُلِقَتِ الْمَرْأَةُ مِنَ الرَّجُلِ فَجُعِلَتْ نَهْمَتُهَا فِي الرَّجُلِ فَاحْبِسُوْا نِسَاءَكُمْ ❶

''اللہ تعالیٰ نے مرد کو زمین سے پیدا کیا اور اس کی خواہش وحاجب اس میں رکھ دی اور عورت کو مرد سے پیدا کیا اور اس کی حاجت وخواہش مرد کے اندر رکھ دی، لہٰذا تم عورتوں کو روکے رکھو (ان کی حفاظت کرو)۔''

عورت کی حفاظت اور اس کی عصمت وعفت کے پیشِ نظر اسلام نے تاکیدی حکم دیا ہے کہ کوئی عورت بغیر ایسے محرم کے سفر نہ کرے جو اس کی حفاظت کر سکتا ہو اور اس کے جذبات کے سامنے روک بن سکتا ہو، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ وَلَا يَدْخُلُ عَلَيْهَا رَجُلٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ)) ❷

''کوئی بھی عورت کسی محرم کے بغیر سفر نہ کرے اور کسی عورت کے پاس اس کے گھر میں آدمی اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اس کا محرم نہ ہو۔''

اور ایک روایت میں ہے:

((لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ وَلَا تُسَافِرُ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ)) ❸

''کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرے اور نہ ہی کوئی عورت بغیر اپنے محرم کے سفر پر نکلے۔''

---

❶ شعب الایمان للبیھقی: ۱۰/ ۲۲۱، ح: ۷٤۱۱۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب جزاء الصید، باب حج النساء، ح: ۱۸٦۲؛ صحیح مسلم: ۱۳٤۱ (۳۲۷۲)۔

❸ صحیح البخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب من اکتتب فی جیش...، ح: ۳۰۰٦۔

آپ ﷺ کا یہ فرمان سن کر ایک صحابی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میری بیوی حج کے لیے جارہی ہے اور مجھے ایک غزوہ میں جانے کے لیے نامزد کردیا گیا ہے (اب میں کیا کروں؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔''

ایک اور حدیث میں یہ حکم مزید تاکید کے ساتھ بیان ہوا ہے، ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ مِنْ أَهْلِهَا)) 1

''جو عورت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ ایک رات دن کا سفر بغیر کسی محرم کے کرے۔''

اس طرح بہت ساری حدیثوں میں عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنے سے روکا گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ایک طرف جہاں عورت کی عصمت وعفت کی حفاظت ہو سکے اور اسے انسانی بھیڑیوں کے حملوں سے محفوظ رکھا جا سکے، وہیں دوسری طرف یہ مقصد ہے کہ خود اس کے قدم نہ بھٹکنے پائیں کہ جذبات میں آکر کوئی ایسا قدم اٹھالے جو اس کے اہل خانہ کے لیے عار وشنار کا سبب بنے۔

قارئین کرام! اس حکم اسلامی سے روگردانی کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا میں چاروں طرف ایسے حادثات کثرت سے پیش آرہے ہیں کہ کوئی عورت سفر پر گئی تو واپس نہیں آئی، کسی کے ساتھ زنا بالجبر کا واقعہ پیش آیا، پچھلے سال راجستھان کے مشہور شہر جودھپور میں ایک جرمن عورت کے ساتھ زنا بالجبر کا واقعہ پیش آیا، یہ عورت اپنے ملک سے تن تنہا سیاحت کی غرض سے ہندوستان آئی ہوئی تھی، جے پور کی سیاحت کے بعد وہ جودھپور آرہی تھی، اسٹیشن پر اتر کر اس نے رکشا کیا، رکشا ڈرائیور اسے ہوٹل لے جانے کی بجائے اپنے کسی ساتھی کے ساتھ اسے کسی غیر آباد جگہ لے گیا جہاں دونوں نے مل کر اس کے ساتھ زنا بالجبر کیا۔ 2

ضلع کانپور گوبند نگر کچی مڈیا کی رہنے والی ایک لڑکی جھانسی شہر میں اپنے کسی رشتہ دار سے

---

1 مؤطا امام مالك، كتاب الجامع، باب الواحد فى السفر، ح: ١٧٩٠؛ مسند احمد: ١٢/ ١٥٦، ح: ٧٢٢٢۔ 2 جریدة الریاض: ۱۳/مئی ۲۰۰۵ء۔

مل کر جھانسی پیسنجر ٹرین سے کانپور جا رہی تھی کہ راستے میں اسے دو بھائی دیپک اور منی لال نامی ملے، دونوں بھائیوں نے اسے دھوکا دے کر بھیم سین اسٹیشن پر اتار لیا اور اپنے گھر لے گئے جہاں دونوں نے باری باری اس کے ساتھ زنا کیا، یہ سلسلہ کئی دنوں تک جاری رہا، بالآخر وہ لڑکی کسی طرح وہاں سے نکل کر بھاگی اور اپنے گھر گوبند نگر پہنچی۔ [1]

یہ صرف دو واقعے نہیں ہیں، بلکہ اخبارات اور میگزین پڑھنے والے حضرات روزانہ ہی ایسی خبریں پڑھتے رہتے ہیں، اس وقت میرے سامنے بھی متعدد ایسے واقعات اور کئی اخبار کے تراشے موجود ہیں جن سے عورتوں اور ان کے نگران حضرات کی اس غلطی کا احساس ہوتا ہے، اس طرح بعض واقعات ایسے بھی سامنے آتے ہیں کہ اکیلے سفر کرنے والی عورتیں راستے میں غیر مردوں سے عشق و معاشقہ بھی شروع کر دیتی ہیں جس کا نتیجہ گھر کی بدنامی یا بربادی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ اسی حکم میں ہر وہ نکلنا داخل ہے جہاں عورت کی حمایت کی ضرورت ہو، خواہ وہ سفر طویل ہو یا مختصر، یا صرف اکیلے سیر و تفریح کے لیے نکلنا ہو، بلکہ ایسے سچے واقعات کو میں نے اپنے بعض دروس کا موضوع بھی بنایا ہے، جیسے ہمارے درس کی کیسٹ ''قصہ اور عبرت''۔

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ متعلقہ احادیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس سلسلہ میں وارد احادیث جو بظاہر مختلف ہیں۔ [2] لیکن اصل مقصد یہ ہے کہ ہر ایسا سفر جو عورت کے لیے غیر مامون و غیر محفوظ ہو اور اس کے لیے فتنے کا خوف ہو، اس سفر کے لیے اس کا بغیر محرم کے نکلنا جائز نہ ہوگا۔'' [3]

⑪ نرم و شیریں بات سے پرہیز

اس سے مراد یہ ہے کہ عورت کسی اجنبی مرد سے بات کرتے ہوئے ایسے نرم و شیریں لہجہ

---

[1] انوکھی سچی کہانیاں: ص ۲۵؛ عدد ۴۷؛ سال پانچواں: ۲۰۰۶ء۔

[2] حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا اشارہ اُن احادیث کی طرف ہے جن میں سے بعض میں تین دن کے سفر کا ذکر ہے کسی میں ایک دن رات کے سفر کا ذکر ہے اور بعض میں صرف ایک دن کا ذکر ہے اور بعض میں ایک ''برید'' کی مسافت کا ذکر ہے، ان احادیث کے لیے دیکھیے: جامع الاصول ۵ / ۲۴، ۲۵، ۲۶ حدیث نمبر: ۳۰۱۰ تا ۳۰۱۴۔

[3] التمهيد لابن عبدالبر: ۲۱/ ۵۵۔

یا ایسی لوچ دار آواز استعمال نہ کرے جو بات کو طول دینے کا جواز دیتی ہو بلکہ اسے چاہیے کہ حسب ضرورت بولے اور بولنے میں بھی اس کے لہجہ میں سختی اور روکھاپن ہو، تاکہ اس سے بات کرنے والا شخص دل میں کسی غلط تمنا کو جگہ نہ دے اور صرف ضروری بات پر ہی اکتفا کرے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ازواج مطہرات کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴾ [1]

’’اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو تو نرم لہجہ میں بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برائی خیال کرلے اور ہاں تم قاعدے کے مطابق کلام کرو۔‘‘

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

’’یعنی ضرورت پیش آنے پر کسی مرد سے بات کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن ایسے مواقع پر عورت کا لہجہ اور انداز گفتگو ایسا ہونا چاہیے کہ جس سے بات کرنے والے مرد کے دل میں کبھی یہ خیال تک نہ گزر سکے کہ اس عورت سے کوئی اور توقع بھی قائم کی جا سکتی ہے، اس کے لہجے میں کوئی لوچ نہ ہو، اس کی باتوں میں کوئی لگاوٹ نہ ہو، اس کی آواز میں دانستہ کوئی شیرینی گھلی ہوئی نہ ہو جو سننے والے مرد کے جذبات میں انگیخت پیدا کردے اور اسے آگے قدم بڑھانے کی ہمت دلائے اس طرز گفتگو سے متعلق اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ یہ کسی عورت کو زیب نہیں دیتا جس کے دل میں اللہ کا خوف اور بدی سے پرہیز گاری کا جذبہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں یہ فاسقات وفاجرات کا طرز کلام ہے نہ کہ مومنات ومتقیات کا۔‘‘

آگے مزید لکھتے ہیں:

---

[1] ۳۳/الاحزاب:۵۹۔

"اب ذرا یہ سوچنے کی بات ہے کہ جو دین عورت کو غیر مرد سے بات کرتے ہوئے بھی لوچدار اندازِ گفتگو اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اسے مردوں کے سامنے بلاضرورت آواز سے بھی روکتا ہو، کیا وہ کبھی اس کو پسند کر سکتا ہے کہ عورت اسٹیج پر آ کر گائے ناچے، بھاؤ بتائے اور ناز و نخرے دکھائے کیا وہ اس کی اجازت دے سکتا ہے کہ ریڈیو پر عورت عاشقانہ گیت گائے، اور سریلے نغموں کے ساتھ فحش مضامین سنا سنا کر لوگوں کے جذبات میں آگ لگائے۔" [1]

حضرات! آج کے بقلم خود بزبان خویش مہذب بنے لوگوں کو یہ بات عجیب معلوم ہوگی کہ عورت کسی مرد سے جب بات کرے تو سوکھے لہجے میں بات کرے، غیر ضروری بات نہ کرے ایسا کیوں؟ لیکن ایسے لوگوں کو یقین رکھنا چاہیے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورتوں کو لوچ دار آواز سے منع فرمایا ہے تو اس میں بہت بڑی حکمت ضرور پوشیدہ ہے، خواہ وہ حکمت ہماری سمجھ میں آ رہی ہو یا ہماری سمجھ سے باہر کی چیز ہو۔ نیز خود اللہ تعالیٰ نے اس کی بعض حکمتوں کی طرف اشارہ بھی فرما دیا ہے، وہ یہ کہ بیمار دل لوگ اس شیریں گفتگو سے آگے بڑھ کر کسی اور چیز کے متمنی نہ ہو جائیں۔

ہمارے ان بھائیوں کو اس بات پر تعجب ہے تو اس کی ایک طبعی وجہ یہ ہے کہ بعض وہ برائیاں جو عام ہو جاتی ہیں اور آہستہ آہستہ دل ومزاج اس کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کی قباحت لوگوں کے دلوں سے ختم ہو جاتی ہے حتیٰ کہ عام لوگ اسے برائی نہیں سمجھتے بلکہ بسا اوقات کبائر ومہلکات کے مرتکب حضرات بھی لوگوں کو برے نہیں لگتے۔ بعینہ یہی حالت اس وقت نماز چھوڑنے، عورت کا بے پردہ گھومنے، اجنبی مردوں سے کھلے عام گفتگو کرنے اور عورتوں کی نیم برہنہ تصویر، ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور ان سے بات کر کے لذت اندوز ہونے کی ہے کہ عام لوگوں کو یہ احساس بھی نہیں رہتا کہ ہم کوئی غیر شرعی کام کر رہے ہیں۔

لیکن ایک سچے مسلمان کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ عالم الغیب والشہادۃ کا ہر حکم حکمت پر مبنی اور انسان کے لیے اس پر عمل باعث خیر و برکت ہے، نیز بسا اوقات ایسے حادثات پیش

---

[1] تفہیم القرآن: ٤/ ٨٩، ٩٠۔

آجاتے ہیں جو انسان کو چارو ناچار یہ ماننے پر مجبور کردیتے ہیں کہ یہ الٰہی فیصلہ اپنی جگہ بالکل حق اور مبنی بر حکمت ہے، چنانچہ ہم جہاں رہتے ہیں اسی قریب میں ایک بار کسی عورت نے دیکھا کہ اس کا کوئی غیر محرم رشتہ دار لڑکا کسی لڑکی سے چھیڑ خانی کر رہا ہے، اس نے براہ نصیحت اسے ٹیلیفون پر منع کیا اور اس گندے فعل کے برے انجام سے ڈرایا، لڑکے نے بھی اپنی غلطی کا اعتراف کیا، اس عورت کا شکریہ ادا کیا اور یہ بھی کہا کہ میرے سامنے ایک مشکل مسئلہ ہے اگر کسی سے پوچھ کر اسے حل کر دیں تو آپ کی بڑی مہربانی ہوگی، چنانچہ اس طرح ان دونوں میں ٹیلیفون پر باتوں کا سلسلہ شروع ہوا اور وہ محترمہ بھول گئیں کہ:

إِذَا رَأَيْتَ نُيُوْبَ اللَّيْثِ بَارِزَةً فَلَا تَظُنَّنَّ أَنَّ اللَّيْثَ يَبْتَسِمُ

''اگر تم شیر کے دانتوں کو کھلا دیکھو تو یہ نہ سمجھو کہ شیر مسکرا رہا ہے۔''

خلاصہ یہ کہ اس طرح دونوں کے باہمی تعلقات بڑھتے گئے جس کی ابتدا خالص خاندانی، دینداری اور اخلاص پر مبنی تھی۔ لیکن اب وہ محترمہ جو ناصح کی حیثیت سے سامنے آئی تھیں اور جس چیز سے اس لڑکے کو بچانا چاہتی تھیں اسی میں خود مبتلا ہوگئیں، نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں اس غلط کام میں مبتلا ہوگئے جس کے لیے شریعت نے لوچ دار آواز میں بات کرنے اور اجنبی مرد سے بات کو طول دینے سے منع فرمایا ہے:

خلاصہ یہ کہ کسی بھی اجنبی شخص سے گفتگو کی جو حدود شرع نے رکھی ہیں، ان سے تجاوز کرنا خطرے کی گھنٹی ہے، اور ان حدود میں رہنا عصمت وعفت کی حفاظت ہے۔

غیر محرم کو ہاتھ لگانے یا چھونے سے پرہیز

فواحش ومنکرات پر روک تھام کے لیے شریعت نے ایک پابندی یہ رکھی ہے کہ کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی غیر محرم عورت کو چھوئے اور ہاتھ لگائے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَأَنْ يُّطْعَنَ فِيْ رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمَخِيْطٍ مِّنْ حَدِيْدٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَّمَسَّ امْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ)) [1]

[1] صحیح، معجم الکبیر للطبرانی: ۲۰/ ۲۱۱، ح: ۴۸۶؛ سلسلة الصحيحة: ۲۲۶۔

''کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چبھو دینا، اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہیں ہے۔''

واضح رہے کہ جو چوٹ یا تکلیف سر کے جس قدر قریب ہوگی اسی قدر اس میں تکلیف شدید تر ہوگی اور پھر سر میں بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں اگر سوئی بھی چبھ جائے تو موت واقع ہوسکتی ہے، گویا کہ مفہوم حدیث یوں بنا کہ شدید ترین تکلیف برداشت کرلو، موت کا خطرہ قبول کرلو لیکن کسی غیر محرم عورت کو ہاتھ مت لگاؤ۔

اس حدیث اور دوسرے دلائل کی بنیاد پر ائمہ اربعہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ غیر محرم عورت سے مصافحہ جائز نہیں ہے۔ [1]

قابل غور مقام ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو ہر قسم کی ظاہری و باطنی خوبیوں کا مجموعہ تھے، ہر قسم کے گناہ سے پاک اور معصوم برحق تھے۔ آپ کا بھی یہ معمول رہا ہے کہ آپ نے کبھی کسی اجنبی عورت کو ہاتھ نہیں لگایا، چنانچہ آپ کے حالات سے سب سے زیادہ باخبر ذات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ آیت پڑھ کر عورتوں سے زبانی بیعت لیتے ﴿لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا﴾ [2] اور آپ ﷺ کے دست مبارک نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا، اِلَّا یہ کہ وہ عورت آپ ﷺ کی ملکیت (وزوجیت) میں ہو۔ [3]

---

[1] المرأة المسلمة المعاصرة لاحمد بابطين: ص ٤٢٢۔

[2] صحيح البخاري، كتاب الاحكام، باب بيعة النساء، ح: ٧٢١٤؛ صحيح مسلم: ١٨٦٦ (٤٨٣٤)۔

[3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اشارہ سورۃ الممتحنہ کی درج ذیل آیت کی طرف ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾﴾ (٦٠/الممتحنه: ١٢) ''اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں آپ سے ان باتوں پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زناکاری نہ کریں گی، اپنی اولاد کو نہ مار ڈالیں گی اور کوئی ایسا بہتان نہ باندھیں گی جو خود اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے گھڑ لیں، اور کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی تو آپ ان سے بیعت کرلیا کریں اور ان کے لیے مغفرت طلب کریں، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا معاف کرنے والا ہے۔''

حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں چند عورتوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کے لیے حاضر ہوئیں، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ سے اس بات پر بیعت کرتی ہیں کہ ہم شرک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہیں لائیں گی، چوری نہ کریں گی اور کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی۔ حضرت امیمہ کہتی ہیں کہ جب ہم نے یہ الفاظ دہرائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ لو:

((فِيمَا اسْتَطَعْنَ وَأَطَقْنَ))

جہاں تک تمہارا بس چلے گا اور تمہارے لیے ممکن ہوگا۔''

یہ سن کر ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہمارے لیے خود ہم سے زیادہ مہربان ہیں اتنا ہو جانے کے بعد ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ اپنا دست مبارک پھیلائیں تاکہ (مردوں کی طرح مصافحہ کر کے) ہم بھی آپ سے بیعت کریں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنِّي لَا أُصَافِحُ النِّسَاءَ إِنَّمَا قَوْلِي لِمِائَةِ امْرَأَةٍ كَقَوْلِي لِامْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ)) [1]

''میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا، میرا ایک عورت سے بات کرنا گویا سو عورتوں سے بات کرنا ہے (عورتوں سے میں صرف زبانی عہد لیتا ہوں)۔''

ایک اور صحابیہ حضرت عقیلہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور میری ماں فریرہ چند مہاجرہ عورتوں کے ساتھ خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئیں، جس وقت ہم نے آپ سے بیعت کی اس وقت آپ مقام ابطح میں خیمہ زن تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے آیت: ﴿ اَلَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ ﴾ کے مطابق بیعت لی، جب ہم نے ان باتوں کا اقرار کر لیا اور بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا أَمَسُّ أَيْدِيَ النِّسَاءِ)) [2]

---

[1] **صحیح**، سنن نسائی، کتاب البیعة، بیعة النساء، ح: ٤١٨١۔

[2] **صحیح**، معجم الاوسط للطبرانی: ٦/ ٢١٧، ح: ٦٢٢٩؛ معجم الکبیر للطبرانی: ٢٤/ ٣٤٢، ح: ٨٥٤ دیکھیے: صحیح الجامع: ٧١٧٧۔

''میں عورتوں کا ہاتھ نہیں چھوتا۔''

چنانچہ آپ ﷺ نے ہمارے لیے مغفرت کی دعا کی اور یہی ہماری بیعت تھی۔

خلاصہ یہ کہ اجنبی عورتوں سے مصافحہ اور ان کا چھونا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ بھی زنا کا پیش خیمہ اور مقدمہ ہے، کتنی ہی ایسی شریف زادیاں ہیں جو زنا جیسی غلاظت میں چھونے اور پکڑنے ہی سے گرفتار ہوئی ہیں، کتنے ہی ایسے گھر ہیں جو چھونے اور بوس و کنار ہی کے ذریعے سے برباد ہوئے ہیں۔ اب ایسے واقعات کو ذکر کر کے موضوع کو طول نہیں دینا چاہتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلم معاشرہ کو زنا اور فواحش سے پاک صاف رکھے اور اُن اسباب سے بھی محفوظ رکھے جو زنا کی سیڑھی بنتے ہیں۔ ہر مسلمان کی عزت کی حفاظت فرمائے، بچوں اور بچیوں کو والدین کا مطیع اور ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ میری اس حقیر سی کوشش کو قبول فرمائے اور اسے میرے اور میرے والدین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

آخر میں اکبر الٰہ آبادی رحمہ اللہ کی ایک نظم پر جو لڑکیوں اور ان کی تعلیم و تربیت سے متعلق ہے پر اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتِ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ.

مقصود الحسن فیضی

الغاط۔ سعودی عرب

لڑکیوں کی تربیت

تعلیم عورتوں کو بھی دینی ضرور ہے
لڑکی جو بے پڑھی ہو تو وہ بے شعور ہے

حسنِ معاشرت میں سراسر فتور ہے
اور اس میں والدین کا بے شک قصور ہے

ان پر یہ فرض ہے کہ کریں کوئی بندوبست
چھوڑ دیں نہ لڑکیوں کو جہالت میں شادومست

لیکن ضرور ہے کہ مناسب ہو تربیت
جس سے برادری میں بڑھے قدرومنزلت

آزادیاں مزاج میں آئیں نہ تمکنت
ہو وہ طریق جس میں ہو نیکی و مصلحت

ہر چند ہو علومِ ضروری کی عالمہ
شوہر کی ہو مرید تو بچوں کی خادمہ

مذہب کے جو اصول ہوں اس کو بتائے جائیں
باقاعدہ طریق پرستش سکھائے جائیں

اوہام جو غلط ہوں وہ دل سے مٹائے جائیں
سکے خدا کے نام کے دل میں بٹھائے جائیں

عصیاں سے محترز ہو خدا سے ڈرا کرے
اور حسن عاقبت کی ہمیشہ دعا کرے

تعلیم خوب ہو تو نہ آئے گی دام میں
خالق پہ لو لگائے گی وہ اپنے کام میں

خیرات سے ہی ہوگی غرض خاص وعام میں
اس کو سکھایا جائے یہ واضح کلام میں

اچھا برا جو کچھ ہے خدا ہی کے ہاتھ ہے
نیکی اگر کرے گی تو فطرت بھی ساتھ ہے

تعلیم ہے حساب کی بھی واجبات سے
دیوار پر نشاں تو ہیں واہیات سے

یہ کیا زیادہ گن نہ سکے پانچ سات سے
لازم ہے کام لے وہ قلم اور دوات سے

گھر کا حساب سیکھ لے خود آپ جوڑنا
اچھا نہیں ہے غیر پہ یہ کام چھوڑنا

کھانا پکانا جب نہیں آیا تو کیا مزا
جوہر ہے عورتوں کے لیے یہ بہت بڑا

لندن کے بھی رسالوں میں میں نے یہی پڑھا — مطبخ سے رکھنا چاہیے لیڈی کو سلسلہ
وقت آپڑے تو گاڑھے گزی میں بھی عذر کیا — گھر کے لیے طعام پزی میں بھی عذر کیا
سینا پرونا عورتوں کا خاص ہے ہنر — درزی کی چوریوں سے حفاظت پہ ہو نظر
عورتوں کے دل میں شوق ہے اس بات کا اگر — کپڑوں سے بچ جاتے ہیں گل کی طرح سنور
کسب معاش کو بھی یہ فن ہے کبھی مفید — اک شغل بھی ہے دل کے بہلنے کی بھی امید
سب سے زیادہ فکر ہے صحت کی لازمی — صحت نہیں درست تو بے کار زندگی
کھانے بھی بے ضرر ہوں صفا ہو لباس بھی — آفت ہے ہو جو گھر کی صفائی میں کچھ کمی
تعلیم کی طرف ابھی اور اک قدم بڑھیں — صحت کے حفظ کے جو قواعد ہیں وہ پڑھیں
پبلک میں کیا ضرور کہ جا کرتی رہو — تقلید مغربی پہ عبث کیوں ٹھنی رہو
داتا نے دھن دیا ہے تو دل سے غنی رہو — پڑھ لکھ کے اپنے گھر میں ہی دیوی بنی رہو

(کلیاتِ اکبر، ص ۵۴۶، ۵۴۸)

ضمیمہ

یہ چند سطور ایک محترمہ کے استفسار پر لکھی گئی تھیں جنہیں چہرے کے پردے سے متعلق کچھ شبہات تھے، افادۂ عامہ کے لیے بطورِ ضمیمہ اس کتابچہ میں شامل کیا جا رہا ہے۔

سوالات

(۱) عورت کا چہرہ حجاب میں داخل ہے یا نہیں؟

(۲) الف: رسول اللہ ﷺ کا حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے کیا رشتہ تھا؟

ب: کیا وہ آپ ﷺ کے سامنے بے نقاب آیا جایا کرتی تھیں؟

(۳) کیا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا آخر وقت تک بغیر چہرے کا پردہ کیے آپ ﷺ کے سامنے آیا کرتی تھیں؟

(۴) آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر عدت گزارنے کا حکم کیوں دیا؟

جوابات

سوال: عورت کا چہرہ حجاب میں داخل ہے یا نہیں؟

① جواب: یہ مسئلہ علما کے نزدیک مختلف فیہ رہا ہے۔ بعض اہل علم چہرے کا چھپانا پردے میں داخل سمجھتے ہیں اور بعض کے نزدیک چہرے کا چھپانا افضل ضرور ہے لیکن واجب نہیں۔ ہر فریق کے اپنے اپنے دلائل اور دونوں فریقوں نے حق تک پہنچنے کی غرض سے اپنے اپنے موقف کی تائید میں قرآن وسنت سے دلائل پیش کیے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ حق پانے والے کو دوہرا اجر اور غلطی کرنے والے کو ایک اجر دے۔ آمین

ناچیز نے دونوں فریقوں کے دلائل کا مطالعہ کیا ہے اور جو رائے قرآن وسنت اور عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک تر محسوس ہوئی ہے، اسے آپ کے سامنے اختصار کے ساتھ رکھ رہا ہے، البتہ تفصیل کے لیے درج ذیل کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں، مولانا مودودی کی کتاب

''پردہ'' مولانا عبدالسلام بستوی کی کتاب ''اسلامی پردہ'' شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی کتاب جس کا ترجمہ راقم سطور نے کیا ہے، ''مسلمان عورت کا پردہ اور لباس نماز'' علامہ محمد بن صالح العثیمین کا رسالہ ''الحجاب'' جس کا اردو ترجمہ بازار میں دستیاب ہے اور مولانا عبدالرحمٰن کیلانی کی کتاب ''احکام ستر وحجاب'' لیکن یہ واضح رہے کہ مولانا مودودی اور مولانا عبدالرحمٰن کیلانی کی ذکر کردہ بعض جزءیات قابل قبول نہیں۔

قرآن وسنت اور علما کے اقوال کے مطالعہ کے بعد میرے نزدیک راجح مسلک یہ ہے کہ چہرہ اور دونوں ہاتھ پردے کے حکم میں داخل ہیں جس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

(واضح رہے کہ جو مقام چہرے کے پردے کا ہے وہ دونوں ہاتھوں کا نہیں)

قرآن مجید کی بعض آیات پوری صراحت کے ساتھ پردے کا حکم دیتی ہیں اور اللہ ورسول ﷺ کا ہر حکم واجب کا درجہ رکھتا ہے الّا یہ کہ کسی دوسری دلیل سے اس کا وجوب منسوخ ثابت ہو۔ اور تاوقتِ تحریر کوئی ایسی دلیل میری نظر سے نہیں گزری جو صحیح وصریح ہو، اس کی تاویل کی گنجائش نہ ہو اور اس سے وجوبی حکم خاص یا منسوخ کیا جا سکے۔

پہلی آیت: اللہ تبارک وتعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے متعلق مسلمانوں کو تعلیم دے رہا ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ﴾ [1]

''جب تم ان سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو۔''

غور کریں کہ اگر چہرے کا پردہ واجب نہیں ہے تو پردے کے پیچھے سے مانگنے کا کیا معنی رہ جاتا ہے؟ اس آیت میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے کسی چیز کے طلب کرنے کو ''پردہ کی اوٹ'' سے مقید کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ چہرہ کھول کر لوگوں کے سامنے آنا یا انہیں کوئی چیز دینا جائز نہیں۔ (واللہ اعلم)

بعض اہلِ علم نے اس آیت کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حکم رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے ساتھ خاص تھا، لیکن سوال یہ ہے کہ اس کی کیا دلیل ہے؟ بلکہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات

---

[1] ۳۳/الاحزاب:۵۳۔

جو ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک تھیں اور عام مسلمان ان کے بارے میں احترام و تعظیم کا ایسا عظیم جذبہ رکھتے تھے جو عام عورتوں کے بارے میں نہیں ہوسکتا۔ تو جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں یہ حکم ہے تو عام عورتیں تو اس حکم پر عمل کی بدرجۂ اولی حق دار ہیں جس کی مزید وضاحت درجِ ذیل آیت کرتی ہے:

② اسی سورۂ احزاب میں ایک اور جگہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٥٩﴾ ﴾[1]

''اے نبی! اپنی بیویوں اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکایا کریں۔ اس سے بہت جلد وہ پہچان لی جائیں گی پھر وہ ستائی نہ جائیں گی۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اس آیت میں صرف ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو ہی نہیں بلکہ عام مسلمان عورتوں کو بھی یہ حکم ہے کہ وہ اپنی چادروں کو اوپر سے لٹکا لیں جس کی عملی شکل وہی بنتی ہے جسے ہماری زبان میں گھونگھٹ نکالنا کہتے ہیں، جس سے چہرے کا عمومی حصہ بلکہ پورا حصہ چھپا رہتا ہے اور نظر نیچی کرکے چلنے سے سامنے بھی نظر آتا رہتا ہے۔

اس لیے حق یہ ہے کہ یہ آیت چہرے کا پردہ ہونے کے حکم میں بالکل صریح ہے جس کا اعتراف تمام اہل علم کرتے ہیں۔

ان آیات قرآنیہ کے علاوہ بکثرت احادیث سے چہرے کے پردے کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ آیت حجاب نازل ہونے کے بعد صحابیات رضی اللہ عنہن کا معمول بھی یہی رہا ہے کہ صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہی نہیں بلکہ عام مسلمان عورتیں بھی اجنبی مردوں سے اپنا چہرہ چھپایا کرتی تھیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

الف: حادثۂ افک میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب میں واپس آکر اپنی جگہ بیٹھ گئی، اس دوران مجھے نیند آئی اور میں سوگئی، ادھر حضرت صفوان بن معطل السلمی رضی اللہ عنہ جو

---

[1] ۳۳/الاحزاب:۵۹۔

لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے، جب صبح کے وقت میرے پاس پہنچے تو ایک سوئے ہوئے آدمی کا وجود دیکھ کر میری جانب بڑھے اور مجھے دیکھ کر پہچان گئے، کیونکہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے مجھے دیکھ چکے تھے۔ ان کے ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ کہنے سے میں بیدار ہوگئی، چہرے کو اپنی چادر سے چھپالیا (یعنی چہرے کا پردہ کرلیا) 1

ب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آیت: ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ نازل ہوئی تو مسلمان عورتوں نے اپنے ازار (تہبند) کو پھاڑ کر اسے اوڑھنی بنالیا۔ (اور اس سے اپنے چہروں کو ڈھک لیا) 2

واضح رہے کہ بعض صحیح روایات میں مسلمان عورتوں خصوصاً انصار کی عورتوں کے اس عمل کو "اعتجار" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ 3

اور مشہور محدث امام ابن الاثیر نے "اعتجار" کی تفسیر اپنی کتاب غریب الحدیث میں اس طرح کی ہے۔

"اپنے عمامہ یا چادر کو اپنے سر پر لپیٹ کر اس کے ایک حصہ کو چہرے پر لٹکا لینا "اعتجار" کہلاتا ہے۔" 4

دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ حکم الٰہی کی تعمیل میں مسلمان عورتوں نے فوراً غیر محرم مردوں سے اپنے چہروں کو چھپالیا۔

ج: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم لوگ حالتِ احرام میں ہوتے جب قافلے ہمارے سامنے سے گزرتے تو ہم اپنی چادر کو اپنے چہرے پر لٹکا لیتے اور جب قافلے گزر تے تو ہم اپنے چہرے کھول لیتے۔ 5

اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو حجاب رائج

---

1 صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب تعدیل النساء بعضهن بعضا، ح: ٢٦٦١؛ صحیح مسلم: ٢٧٧٠ (٧٠٢٠)۔ 2 صحیح بخاری، کتاب تفسیر القران، باب ﴿وليضربن بخمرهن﴾، ح: ٤٧٥٨؛ سنن ابی داود: ٤١٠٢۔

3 دیکھئے: فتح الباری: ٨/ ٤٩٠۔ 4 النهاية في غريب الرواية ٣/ ١٨٥۔

5 **صحیح** سنن ابی داود، کتاب المناسك، باب فی المحرم تغطی وجهها، ح: ١٨٣٣۔

تھا اس میں چہرے کا چھپانا بھی شامل تھا۔ فضیلۃ الشیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "ابراز الحق والصواب في مسألة السفور والحجاب" (ص ۴۷ تا ۵۲) میں ایسی بارہ حدیثیں نقل کی ہیں جن سے چہرے کے پردے کا ثبوت ملتا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ میری معلومات کی حد تک کتبِ حدیث میں ایسی کوئی ایک بھی حدیث نہیں ہے جو اپنے معنیٰ میں صریح ہو، سند کے لحاظ سے صحیح بھی ہو اور اس میں کسی تاویل کی بھی گنجائش نہ ہو جس سے چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر استدلال کیا جا سکے۔ اس سلسلہ میں جتنی حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں وہ یا تو صحیح نہیں، یا پھر اپنے معنی میں صریح نہیں ہیں یا پھر ان میں تاویل کی گنجائش ہے، جس کی مثالیں آگے آرہی ہیں۔

میں بڑی وضاحت کے ساتھ یہ کہنا چاہوں گا کہ عصرِ حاضر میں چہرے کے پردہ کے عدم وجوب پر جتنے لوگوں نے لکھا ہے میرے نزدیک ان میں سب سے زیادہ ذی علم اور قابلِ احترام شخصیت علامہ البانی رحمہ اللہ کی ہے، حتی کہ حدیث کی تصحیح و تضعیف میں کافی حد تک میں خود علامہ رحمہ اللہ ہی پر اعتماد کرتا ہوں (جس نے میری تالیفات کا مطالعہ کیا ہے وہ اس کی گواہی دے گا) لیکن اندھی تقلید نہیں۔ علامہ رحمہ اللہ کی جو کتابیں حجاب سے متعلق ہیں خواہ "حجاب المرأة المسلمة" کے نام سے ہو یا "جلباب المرأة المسلمة" ان کا ہم نے ایک سے زائد بار مطالعہ کیا ہے کہ اس موضوع پر علامہ رحمہ اللہ بے جا تکلف سے کام لے رہے ہیں۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات کو بلند کرے اور تمام مسلمانوں اور خصوصاً اہل حدیثوں کی طرف سے اللہ انہیں بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ آمین

چوتھی وجہ یہ ہے کہ چہرہ ہی انسانی خوبصورتی کا اصل مظہر ہے۔ کسی بھی مرد و عورت کی خوبصورتی کا اندازہ اس کے چہرے ہی سے لگایا جاتا ہے۔ اور یہ بھی مشاہدہ ہے کہ کسی بھی ایسی عورت کی طرف نظریں نہیں اٹھتیں جو مکمل پردے کا التزام کیے ہوئے ہو۔ اور عورت شرعی پردہ سے جس قدر عاری ہوتی ہے اس کی طرف انسانی نظریں خاص کر للچائی نظریں اٹھتی دکھائی دیتی ہیں۔ اس لیے عقل کا بھی تقاضا ہے کہ چہرے کو پردے کے حکم میں شامل کیا جائے۔ واللہ اعلم۔

سوال

الف: رسول اللہ ﷺ کا حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے کیا رشتہ تھا؟

ب: کیا وہ آپ ﷺ کے سامنے بے نقاب آیا جایا کرتی تھیں؟

جواب پہلے جز کا جواب یہ ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی چچازاد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سگی بہن تھیں، ان کا نام ''فاختہ'' بتایا جاتا ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئیں۔ فتح مکہ سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ ان کے یہاں تشریف لے گئے اور آٹھ رکعت چاشت کی نماز پڑھی۔ جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ (یہ حدیث کتب ستہ میں موجود ہے، دیکھئے: جامع الاصول ۶/ ۱۱۰، ۱۱۱) ۵۰ھ کے لگ بھگ ان کا انتقال ہوا۔

دوسرے جز کا جواب یہ ہے کہ میری معلومات کی حد تک کسی بھی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنا چہرہ کھول کر آیا کرتی تھیں اور وہ بھی آخری وقت تک ان کا یہ معمول تھا۔ یہ بات قطعاً قابل قبول نہیں ہے، معلوم نہیں کس دلیل کی بنیاد پر ایسا کہا جارہا ہے! ایسا محسوس ہوتا ہے کہ لوگوں نے یہ جملہ مولانا مودودی کی تفسیر سے لیا ہے، کیونکہ مولانا نے اپنی تفسیر میں کچھ ایسا ہی لکھا ہے۔ حالانکہ دلائل سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ مولانا مودودی نے سنن ابی داود کی درج ذیل حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ اسے آپ کے سامنے رکھتے ہیں جس پر آپ خود بھی غور کرسکتے ہیں۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئیں اور آپ ﷺ کی بائیں جانب بیٹھ گئیں اور حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے دائیں جانب بیٹھ گئیں۔ اتنے میں ایک بچی ایک برتن لے کر آئی جس میں پینے کی کوئی چیز تھی، آپ ﷺ نے اس سے پی کر باقی ماندہ شربت حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو دے دیا، جسے وہ پی گئیں پھر کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں تو روزے سے تھی اور افطار کردیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا کوئی قضا روزہ پورا کررہی تھیں؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر کوئی نفلی روزہ ہے تو توڑ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

یہ ہے وہ حدیث جس کی طرف اشارہ کر کے مولانا مودودی یہ بات ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ”آخری وقت تک حضور ﷺ کے سامنے آتی رہیں اور کم از کم منہ اور چہرے کا پردہ انہوں نے آپ ﷺ سے کبھی نہیں کیا۔“

اس استدلال پر چند اعتراضات:

① سنن ابی داود میں یہ حدیث جس سند اور سیاق میں مروی ہے وہ ضعیف ہے، کیونکہ:

الف: اس حدیث کی سند میں ایک راوی یزید بن ابی زیادہ ہے جو علمائے حدیث کے نزدیک ضعیف ہے اور وہ عقیدتاً شیعہ ہے۔ [1]

ب: یہ واقعہ فتح مکہ کے دن کا بیان ہوا ہے، جبکہ مؤرخین کے نزدیک یہ بات مسلمہ ہے کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئیں۔ [2] پھر وہ جس دن مسلمان ہوئیں اس دن روزہ رکھنے اور وہ بھی نفلی روزہ رکھنے کا کیا سوال بنتا ہے؟

اسی طرح اسلام لانے کے پہلے ہی دن انہیں ستر وحجاب کے مسائل کیسے سمجھائے جاسکتے ہیں؟

② اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس وقت حضرت ام ہانی نفلی روزے سے تھیں، جبکہ فتح مکہ رمضان المبارک میں پیش آیا ہے اور ایک مقیم کے لیے رمضان المبارک میں نفلی روزے رکھنے کا سوال کیسے پیدا ہوسکتا ہے؟

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی جو علمی تحقیق پیش کی ہے اس کے مجموعے سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کسی موقع پر رسول اللہ ﷺ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ انہوں نے ضیافت میں کوئی پینے کی چیز پیش کی جسے پی کر آپ نے برتن حضرت ام ہانی کو واپس کر دیا، برتن میں بچا ہوا شربت حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا پی گئیں، پھر کہنے لگیں کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں روزے سے تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”نفلی روزہ رکھنے والا شخص اپنے روزے کو پورا کرنے اور توڑ دینے کا اختیار رکھتا ہے۔“ [3]

---

[1] دیکھئے: تقریب التہذیب، ص: ۱۰۷۵۔

[2] سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۳۱۲۔

[3] دیکھئے علامہ البانی کی صحیح ابوداود: ۷/ ۲۱۹، ۲۱۵۔

اس حدیث کو پڑھ کر ہر شخص غور کرسکتا ہے کہ اس میں نہ تو یہ ذکر ہے کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بے پردہ حاضر ہوئی تھیں اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھ کر بات چیت کرنے اور کھانے پینے میں مشغول تھیں، بلکہ حدیث مذکور صورتِ حال تو پردہ کی حالت میں بھی پیش آسکتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ کسی بھی صحیح حدیث میں مذکور نہیں ہے کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا آخر وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چہرے کا پردہ کیے بغیر آتی جاتی تھیں، نیز یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئیں، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عمر کے ساٹھ سال پورے کر چکے تھے۔ اب اگر اس کے بعد کسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں (اور اگر یہ بھی فرض کرلیا جائے کہ اس وقت حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا اپنے چہرے کو کھولے ہوئے تھیں) تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ دو جوان عمر چچازاد بھائی بہن وغیرہ کو یہ اجازت ہو کہ وہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر بے تکلف باتیں کریں؟ اور ہوٹلوں میں خلوت وجلوت کی پروا کیے بغیر آئیں جائیں! شریعت اس کی اجازت ہرگز نہیں دیتی بلکہ مذکورہ واقعہ سے صرف اس قدر گنجائش نکالی جاسکتی ہے کہ اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو چچازاد بھائی یا ماموں زاد بھائی وغیرہ کے سامنے عورت شرعی حدود کو برقرار رکھتے ہوئے (یعنی کم از کم چہرے پر نقاب یا گھونگٹ ڈالے ہوئے) بعض ضروری باتیں کرسکتی ہے اور انہیں چائے وغیرہ پیش کرسکتی ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

سوال تیسرے سوال کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی تھیں، کیا آخر وقت تک چہرے کا پردہ کیے بغیر آپ کے سامنے آیا کرتی تھیں؟

جواب یہ سوال بھی مولانا مودودی کی تفسیر میں مذکور بعض ضعیف اور مجمل حدیثوں کی بنیاد پر ماخوذ نتیجے سے متاثر ہو کر کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ مولانا لکھتے ہیں:

"بکثرت احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوتی تھیں اور آخر وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ان کے

درمیان کم از کم چہرے اور ہاتھ کا کوئی پردہ نہ تھا۔ حجۃ الوداع نبی کریم ﷺ کی وفات سے چند مہینے پہلے کا واقعہ ہے اور اس وقت بھی حالت یہی تھی۔'' ملاحظہ ہو ابو داود، کتاب الحج، باب المحرم یؤدب غلامہ۔ [1]

حق یہ ہے کہ مولانا کی یہ بہت بڑی بھول ہے اور ان کا یہ دعویٰ قطعاً بے بنیاد ہے۔ پہلے میں وہ حدیث نقل کر دینا چاہتا ہوں جس کا حوالہ مولانا مودودی نے دیا ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حج کے لیے نکلے، جب مقامِ عرج پر پہنچے تو آپ ﷺ نے نزول فرمایا اور ہم لوگ بھی ٹھہر گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول ﷺ کے پہلو میں بیٹھیں اور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئی، اللہ کے رسول ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سامانِ سفر ایک ہی اونٹ پر ان کے ایک غلام کے ساتھ تھا، الحدیث۔

اس حدیث سے مولانا کا استدلال ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ چہرہ کھول کر بیٹھی تھیں۔ حالانکہ اولاً تو یہ حدیث ضعیف ہے جس کا سبب محمد بن اسحاق کا مدلس ہونا ہے، اس لیے کہ حافظ منذری لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق ہیں۔ [2]

نیز صحیح ابن خزیمہ جو علامہ البانی کی نظر ثانی کے بعد چھپی ہے، اس کے محقق لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے، کیونکہ ابن اسحاق نے اس حدیث کو ''عن فلان'' کے صیغہ سے بیان کیا ہے۔ [3]

علامہ البانی نے صحیح سنن ابوداود میں اس حدیث کی ایک اور سند کا ذکر کیا ہے لیکن اس سند میں دو راوی ضعیف ہیں۔ ایک راوی عیسیٰ بن معمر ضعیف اور دوسرے راوی محمد بن واقدی جھوٹے ہیں، اس لیے یہ کسی بھی طرح پہلی سند کو تقویت نہیں دے سکتی۔ واللّٰہُ اَعْلَمُ

ثانیاً: اس حدیث میں کہیں یہ اشارہ موجود نہیں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اس وقت اپنے چہرے کو کھول کر بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور ہر شخص جانتا ہے کہ سفر کے موقع پر ایک ساتھ سفر کرنے

---

[1] تفہیم القرآن: ۳/ ۳۸۸۔

[2] عون المعبود: ٥٥/ ٢٦٤۔

[3] صحیح ابن خزیمة: ٤/ ١٩٨، ح: ٢٦٧٩۔

والے خاندان اس طرح ایک دوسرے کے قریب بیٹھتے ہیں، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے ساتھ سفر کرنے والی یا بیٹھنے والی عورتیں اپنے چہرے اور منہ کو کھولے ہوئے بھی ہوں۔ بلکہ یہ تجربہ سے ثابت ہے کہ ایسے موقعوں پر شرعی پردہ کا اہتمام بڑی آسانی سے ہوسکتا ہے۔

مولانا لکھ رہے ہیں کہ بکثر احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آخر وقت تک اللہ کے رسول ﷺ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے درمیان کوئی پردہ نہیں تھا جبکہ مجھے تو دو چار ایسی حدیثیں بھی نظر نہیں آئیں جن میں اس صورت حال کا ذکر ہو، اور اگر زیر بحث جیسی حدیثوں سے استدلال ہے تو وہ کسی بھی طرح چہرے کے کھلے رکھنے کی دلیل نہیں ہیں اور نہ ہی حدیثوں میں کہیں باریک اشارہ ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے چہرے کو کھول کر بیٹھتی تھیں۔ اس سلسلہ میں جو حدیث سب سے واضح اور کھلی دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہے وہ درج ذیل ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک بار حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس وقت ان کے جسم پر ایک باریک سا کپڑا تھا، آپ ﷺ نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: ''اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس (چہرے) اور اس (گٹے تک دونوں ہاتھوں) کے علاوہ جسم کا کوئی اور حصہ نظر آئے۔'' [1]

جو حضرات چہرے کے پردے کے قائل نہیں ہیں وہ اس حدیث کو بڑے زوردار انداز سے پیش کرتے ہیں، حالانکہ کئی اعتبار سے یہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی:

یہ حدیث ضعیف ہے، اہل علم نے تین وجوہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے:

الف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے راوی کا نام خالد بن دریک ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی ملاقات نہیں ثابت ہے، اس لیے امام ابوداود رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے، کیونکہ خالد بن دریک کی ملاقات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں ہے۔ [2]

---

[1] سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فیما تبدی المرأة من زینتها، ح: ٤١٠٤۔

[2] سنن ابی داود: ٤/ ٢٥٨۔

ب: اس حدیث کو خالد بن دریک سے قتادہ نے روایت کیا ہے اور قتادہ سے روایت کرنے والے راوی سعید بن بشیر ہیں اور سعید بن بشیر کو علمائے فن نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

ج: ہجرتِ نبوی ﷺ کے وقت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جواں عمر تھیں، خالص اسلامی ماحول میں پرورش ہوئی تھی، اس لیے یہ بہت ہی غیر معقول بات ہے کہ وہ آپ ﷺ کے سامنے ایسا حیا سوز لباس پہن کر آجائیں۔

اگرچہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے متعدد وجوہ سے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے لیکن نفسِ قصہ یعنی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے اس قدر باریک لباس پہن کر خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہونے کے ضعیف ہونے کا اقرار کیا ہے، جیسا کہ اس حدیث سے متعلق ''جلباب المراۃ'' میں جو تحقیق پیش کی ہے، اس سے ظاہر ہے۔

اگر اس واقعہ کو سچ مان بھی لیا جائے تو اس واقعہ کی کوئی تاریخ مذکور نہیں ہے نہ مذکورہ حدیث میں اور نہ ہی کسی اور میں، یہ واقعہ پردے کی آیت کے نزول سے پہلے کا ہے یا بعد کا۔ کیونکہ خود حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ وہ حالت احرام میں اپنے چہرے کا پردہ اجنبی مردوں سے کرتی تھیں۔ [2]

قصہ مختصر یہ ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے متعلق نہ تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ آخر وقت تک آپ ﷺ کے سامنے چہرے اور ہاتھ کو چھپائے بغیر آتی تھیں اور نہ ہی یہ ثابت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے آیت حجاب نازل ہونے کے بعد انہیں اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کھلا رکھنے کی اجازت دی، نہ ہی اپنے سامنے اور نہ ہی عام لوگوں کے سامنے۔ واللہ اعلم۔

سوال آپ ﷺ نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے یہاں عدت گزارنے کا حکم کیوں دیا؟

جواب ان صحابیہ کا نام حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا ہے۔ بڑی مشہور صحابیہ ہیں اور اوّلین مہاجرات میں ان کا شمار ہے۔ جس قصہ سے متعلق آپ نے سوال کیا ہے وہ کتبِ

---

[1] دیکھیے تقریب التہذیب: ۳۷٤۔

[2] مستدرك الحاكم: ١/ ٤٥٤، ح: ١٦٦٨۔

حدیث میں کچھ اس طرح ہے کہ ان کی شادی ابو حفص بن عمرو نامی ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ لیکن دونوں کا آپس میں نبھاہ نہ ہوسکا، اس لیے ان کے شوہر نے انہیں طلاق دے دی۔ اور جب آخری طلاق دی تو اس وقت وہ مدینہ منورہ میں موجود نہیں تھے، بلکہ یمن کی طرف جہاد پر گئے ہوئے تھے۔ اسی لیے انہوں نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے حضرت فاطمہ کے خرچ کے لیے کچھ سامان بھیجا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو معمولی محسوس ہوا، اس لیے اس کی شکایت لے کر وہ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور اپنے خرچ کا مطالبہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چونکہ اب تمہیں آخری طلاق دی گئی ہے اس لیے تمہیں اپنے شوہر سے نفقہ لینے کا حق پہنچتا ہے اور نہ ہی رہائش کا، کیونکہ نفقہ وسکنیٰ اس عورت کا حق ہوتا ہے جس سے اس کا شوہر عدت کے اندر رجوع کرسکتا ہے۔ اس لیے تم ایسا کرو کہ حضرت اُمّ شریک کے یہاں منتقل ہوجاؤ اور وہیں عدت کے ایام پورے کرو'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سوچ کر فرمایا کہ حضرت اُمّ شریک ایسی عورت ہیں کہ ان کی سخاوت کی وجہ سے صحابہ کا بکثرت آنا جانا رہتا ہے، تمہارے لیے وہاں پردے کا التزام مشکل ہوگا۔ مجھے خطرہ ہے کہ اگر تم نے کبھی اپنی چادر اتاری تو کوئی تمہیں اس حال میں دیکھ لے گا اور یہ تمہیں ناگوار گزرے گا۔ اس لیے اپنے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کے یہاں عدت گزارو۔ وہ نابینا آدمی ہیں۔ اگر وہاں تم نے اپنی چادر اتار کر رکھ بھی دی تو وہ تمہیں دیکھ نہ سکیں گے اور جب تمہاری عدت ختم ہوجائے تو اپنے بارے میں جلدی سے کام نہ لینا بلکہ ہمیں مطلع کرنا۔ اِلٰی آخِرِ الْقِصَّة۔

یہ قصہ مسلم، سنن ابی داود اور مسند احمد وغیرہ میں تفصیل سے مروی ہے۔

یہ ہے اس قصے کا ابتدائی حصہ جس سے متعلق آپ نے سوال کیا ہے، لیکن یہ واضح نہیں ہے کہ آپ لوگ اس قصہ سے متعلق کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں؟ شاید آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس حدیث سے بھی لوگوں نے اس پر استدلال کیا ہے کہ چہرے کا چھپانا پردے میں داخل نہیں ہے، چنانچہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس قصہ سے کچھ اس طرح استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''مجھے خوف ہے کہ حضرت ام شریک کے یہاں تمہاری چادر یعنی دوپٹہ گرجائے گا تو کوئی تمہیں دیکھ لے گا۔ اس کا واضح مطلب ہے کہ

اگر سر پر دوپٹہ ہو اور چہرے پر کچھ نہ ہو تو اس کا دیکھنا جائز تھا۔

لیکن اس استدلال میں کتنا وزن ہے؟ اس کا اندازہ آپ لگا سکتے ہیں۔ اس حدیث کا تعلق چہرے کے پردے یا عدم پردہ سے دور کا بھی نہیں ہے، بلکہ صورت حال یہ تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اولاً حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا کے یہاں عدت گزارنے کے لیے کہا، لیکن جب یہ سوچا کہ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا کی مالداری اور سخاوت اور لوگوں پر کثرت سے خرچ کرنے کی وجہ سے ان کے پاس لوگوں کی آمدورفت کا سلسلہ جاری ہی رہتا تھا جس کی وجہ سے ایک جوان عورت کا وہاں وقت گزارنا مشکل تھا، اس لیے انہیں ایک ایسی عورت کے پاس عدت گزارنے کا حکم دیا جس کا شوہر:

اولاً تو انہی کے خاندان سے تھا۔

ثانیاً آنکھوں کی بینائی سے محروم تھا۔ اور واضح رہے کہ ایسے گھر میں عورت آزادی کے ساتھ بغیر حجاب کا لحاظ رکھے بھی رہ سکتی ہے۔ یہ ہے اصل قصہ۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

ہر عمر اور ہر شعبہ زندگی کی خواتین کیلئے گراں قدر تحفہ

گلدستۂ خواتین

مُرتّب

ابو علی عبدالوکیل

نعمانی پبلیکیشنز



لڑکیوں کی بغاوت؟

اسباب و علاج